مسلک اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان

الرّضا

انٹرنیشنل پٹنہ

AL-RAZA (International) Patna

عظیم الشان کامیابی و بین الاقوامی شہرت کا دوسرا مبارک سال

جنوری، فروری ۲۰۱۷ء، ربیع الاوّل، ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

ہم کہاں جارہے ہیں؟

ثنائے خواجہ بزبان امام احمد رضا

یہ خموشی فغاں نہ بن جائے!!

جماعتی موقف سے بغاوت کرنے والوں کے خلاف سرزنش کرنے کے بجائے پراسرار خاموشی جماعتی مجرم کو پناہ دینے کے مترادف ہے۔

- مسئلہ امتناع نظیر ایک جائزہ
- جمعیۃ علمائے ہند: ماضی کے آئینہ میں
- اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین و اسرائیل
- امام احمد رضا ہی نقطہ اتحاد کیوں؟
- امام احمد رضا اور عالم اسلام کے بنیادی مسائل

”آج تصوف کی آڑ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے مقدس صوفیائے کرام کی شبیہ بگاڑنے کی مذموم کوشش ہے۔ ہر اس چیز کو تصوف کا نام دیا جارہا ہے جو ہمارے اکابر مشائخ کرام کے کبھی ذہن و دماغ بھی نہیں آیا ہوگا۔ صوفیانہ میوزک، صوفیانہ رقص، بد عملی، گیسو درازی، لال پیلے کپڑے پہن کر یکجہتی کے نام پر بلاتفریق مسلک وملت ہر ایک کے ساتھ نشست و برخاست، اور نہ جانے کیا کیا تصوف کے نام پر کیا جارہا ہے“

مولانا ڈاکٹر
غلام یحییٰ انجم مصباحی
سے خصوصی ملاقات

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد

مسلک اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان

دو ماہی

الرضا

جلد نمبر ۲ — شمارہ نمبر ۷

انٹرنیشنل پٹنہ

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna

جنوری، فروری ۲۰۱۷ء، ربیع الاول، ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

بیادگار

امام اہلسنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز

بطل روحانی

حجۃ الاسلام حضرت علامہ الشاہ
محمد حامد رضا خاں قدس سرہ العزیز

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ
محمد مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہ العزیز

زیر سایۂ کرم

جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ الشاہ مفتی اختر رضا خاں قادری رضوی الازہری مدظلہ العالی

بریلی شریف (اتر پردیش)

زیر عاطفت

محدث کبیر حضرت علامہ الحاج الشاہ

ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ العالی جامعہ امجدیہ، گھوسی (اتر پردیش)

سرپرست مجلس مشاورت

شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی

مجلس مشاورت

● مفتی شعیب رضا نعیمی، بریلی شریف ● مفتی سید کفیل احمد ہاشمی، منظر اسلام، بریلی شریف ● مولانا عبدالحی نسیم القادری ڈربن، ساؤتھ افریقہ ● مولانا آفتاب قاسم رضوی، ڈربن ساؤتھ افریقہ ● مفتی عاشق حسین رضوی مصباحی، کشمیر ● مفتی زاہد حسین رضوی مصباحی، برطانیہ ● مولانا احسان اقبال قادری رضوی، کولمبو، سری لنکا ● مولانا الیاس رضوی مصباحی، بنارس ● مولانا قاسم عمر رضوی مصباحی، بنونی، ساؤتھ افریقہ ● مولانا موسیٰ رضا قادری، پریٹوریا، ساؤتھ افریقہ ● مولانا جنید ازہری مصباحی، ویسٹ انڈیز ● مولانا ابو یوسف محمد قادری ازہری، گھوسی ● مولانا غلام حسین رضوی مصباحی، پریٹوریا، ساؤتھ افریقہ ● مولانا شمیم احمد رضوی، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ ● مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی، مسقط عمان ● مولانا قمر الزماں مصباحی، مظفر پور ● مولانا مجاہد حسین رضوی، الہ آباد ● مولانا شفیق رضا رضوی شمسی، قطر ● مولانا قاضی خطیب عالم نوری مصباحی، لکھنؤ ● مولانا بہاء الدین رضوی مصباحی، گلبرگہ شریف ● مولانا انوار احمد نعیمی، اجمیر شریف ● قاری عتیق الرحمن رضوی، ہرارے، زمبابوے ● مفتی نعیم الحق ازہری مصباحی، ممبئی ● مولانا اشرف رضا قادری سبطینی، کانکیر ● عبدالصبور رضا برکاتی، بریلی شریف ● مفتی شمس الحق مصباحی، نیو کاسل، ساؤتھ افریقہ

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد، پٹنہ

نائب مدیر

احمد رضا صابری، پٹنہ

مجلس ادارت

● مفتی راحت خان قادری، بریلی شریف
● مفتی ذوالفقار خان نعیمی ● مولانا بلال انور رضوی جہان آباد
● میثم عباس رضوی، لاہور ● ڈاکٹر غلام مصطفی نعیمی دہلی

معاونین مجلس ادارت

● مولانا جمال انور رضوی کلیر، جہان آباد ● مولانا طارق رضا نجمی سعودیہ عربیہ ● جناب زبیر قادری، ممبئی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دو ماہی 'الرضا' انٹرنیشنل، پٹنہ

ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد

سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 9835423434 / 8521889323

ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. Ahmad Publications Pvt. Ltd.
Hira Complex, Qutubuddin Lane, Near Daryapur Masjid,
Sabzibagh, Patna - 4, E-mail: alraza1437@gmail.com,
Contact / Telegram / Whtsapp: 8521889323

رابطہ: (مدیر اعلیٰ) amjadrazaamjad@gmail.com/9835423434

پتہ: القلم فاؤنڈیشن نزد شادی محل، سلطان گنج پٹنہ ۶ (بہار)

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے، سالانہ ۱۵۰ روپے بیرون ممالک سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ بر وقت موصول ہو سکے۔

قانونی انتباہ! مضمون نگار کی آراء سے ادارہ "الرضا" کا اتفاق ضروری نہیں! کسی بھی مسئلہ میں ادارہ الرضا کا موقف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کا ہے اس کے خلاف اگر کوئی مضمون دھوکہ میں شائع ہو بھی جائے اسے کالعدم سمجھا جائے، کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف پٹنہ کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دو ماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

ایڈیٹر کے قلم سے
- الرضا کا یہ شمارہ مولانا منیف رضا کے نام — ادارہ — 3

منظومات
- مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو — حسان الہند امام احمد رضا قادری — 4

اداریہ
- یہ خموشی فغاں نہ بن جائے — ڈاکٹر امجد رضا امجد — 5

تاثرات
- ڈاکٹر جلال رضا امریکہ ■ مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی ■ مولانا ملک الظفر سہرامی ■ مولانا غلام سرور قادری
- مولانا صابر رضا محب القادری ■ مفتی اشفاق حسین کیرلا ■ مولانا سید مسرور حسینی القادری، عرب امارات
- مولانا شاہد القادری کولکاتا ■ مولانا صمیم احمد رضوی مصباحی، ناگپور ■ کلیم اشرف رضوی اشرفیہ مبارک پور
- ابو ہریرہ رضوی اشرفیہ مبارک پور — 10

تحقیقات اسلامی
- مسئلہ امتناع نظیر ایک جائزہ — مفتی ناظر اشرف قادری — 18
- توسل اور ندا یا الغیب — حضرت مولانا حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی فردوسی — 21

تنقید و احتساب
- جمیعۃ علمائے ہند: ماضی کے آئینہ میں — مفتی ذو الفقار خان نعیمی — 25
- اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین و اسرائیل — ڈاکٹر غلام زرقانی — 30

مصاحبات
- نازش علم و ادب مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی: پروفیسر ہمدرد یونیورسیٹی دہلی — 32

مطالعہ رضویات
- امام احمد رضا ہی نقطۂ اتحاد کیوں؟ — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری — 39
- امام احمد رضا اور عالم اسلام کے بنیادی مسائل — محمد صابر رضا رہبر — 45
- انٹرنیٹ پر افکار رضا کے دریچے — احمد رضا صابری — 48

میزان مطالعہ
- ثنائے خواجہ بزبان امام احمد رضا/ مفتی عابد حسین قادری — مولانا ملک الظفر سہرامی — 51
- لباس خضر میں/ حافظ طارق رضا نجمی — فرحان رضا قادری پاکستان — 54

تذکرہ رفتگاں
- مولانا منیف رضا خان کی رحلت پہ خراج — مفتی راحت خان قادری — 57
- مولانا ڈاکٹر سید عرفان الدین نعیمی کی رحلت — مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی — 59

اظہار خیالات
- دعوت فکر و عمل — مولانا طارق انور مصباحی — 60
- تاثر تبریہ — شکیب ارسلان مصباحی — 61
- ہم کہاں جا رہے ہیں — ارسلان احمد اصمعی قادری — 62

جماعتی خبریں
- مولانا کامل سہرامی پر پی ایچ ڈی — مولانا رضوان احمد سہرام — 63
- تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت کا رسم اجرا — (حافظ) غضنفر محمود رضوی — 63
- یاد رضا کیرلا میں دوسرا اور آخری سیشن — قمر اخلاقی امجدی، کیرلا — 63

ایڈیٹر کی میز سے:.........

الرضا کا یہ شمارہ

مولانا منیف رضا کے نام

الرضا کا یہ شمارہ مجاہد سنیت محسن رضویات حضرت علامہ حنیف خان صاحب قبلہ کے لائق فائق صاحبزادے مولانا منیف رضا کے نام ہے جنہوں نے زندگی کی صرف ۲۵؍بہاریں دیکھیں مگر ان چند سالوں کو جماعت اہل سنت کے لئے قابل رشک بنادیا۔

جن کی محنت شاقہ سے فتاویٰ رضویہ کی ۲۲؍جلدیں منظر عام پہ آئیں۔

فتاویٰ مفتی اعظم کی سات جلدوں کی زیارت سے آنکھیں شادکام ہوئیں۔

فتاویٰ بحر العلوم کی ۶؍جلدیں اشاعت پذیر ہوئیں، فتاویٰ اجملیہ سے استفادہ کی راہ ہموار ہوئی۔

اور حاشیہ بیضاوی کی تین جلدوں کو طباعت سے آراستہ دیکھنے کا موقع ملا۔

ان کی حیات کے یہ وہ تابندہ نقوش ہیں جو انہیں کبھی مرنے نہیں دیں گے اور ہم ان کے اس مخلصانہ جد وجہد کے سبب انہیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہیں کرسکیں گے

مولانا منیف اپنے والدگرامی کے جذبوں کی آنچ، حوصلہ کی پہچان، عزائم کا آئینہ اور مستقبل کا علامہ حنیف تھے ان کی رحلت سے والد گرامی پر غموں کا جو پہاڑ ٹوٹا ہے اس کا احساس کسی اور کو نہیں ہوسکتا۔

ہمیں پتہ ہے کہ ہمارے یہ جملے ان کے غم کا مداوا نہیں ہوسکتے مگر ہمارے دامن توفیق میں دعاؤں کے علاوہ ہے بھی کیا جو ان کے حضور نذر کریں۔ انہوں نے جامعہ نوریہ سے لے کر امام احمد رضا اکیڈمی تک دین وسنت اور رضویات کی جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اس سے جماعت اہل سنت کے ہر چھوٹے بڑے کو ان سے محبت وعقیدت ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے غم میں پوری جماعت آبدیدہ واشکبار ہے۔۔ پروردگار عالم مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ اور حضرت علامہ حنیف رضا خان صاحب کو صبر وحوصلہ کی دولت گرانمایہ عطا فرمائے۔ تاکہ ان کا مشن زندہ وتابندہ رہے اور خدائے پاک ان لئے سہارے کے کئی ہاتھ کھڑے کردے جو ان کے عزائم کی تکمیل میں ان کا معاون ہوسکے۔

ہم مجلس الرضا کی طرف سے یہ شمارہ مولانا منیف کی نذر کررہے ہیں پروردگار عالم اس کے ہر حرف کے عوض ہزاروں لاکھوں نیکیاں انہیں عطا فرمائے اور انہیں فردوس بریں میں جگہ عنایت کرے۔

غم گسار

امجد رضا امجد

منظومات

حسان الہند امام احمد رضا قادری

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو   سرور ہر دوسرا ہو
اپنے اچھوں کا تصدق   ہم بدوں کو بھی نبا ہو
کس کے پھر ہو کر رہیں ہم   گر تمہیں ہم کو نہ چاہو
بدہنسیں تم ان کی خاطر   رات بھر رووٴ کراہو
بد کریں ہر دم برائی   تم کہو ان کا بھلا ہو
ہم وہی ناشستہ رُو ہیں   تم وہی بحرِ عطا ہو
ہم وہی شایانِ رو ہیں   تم وہی شانِ سخا ہو
ہم وہی بے شرم و بد ہیں   تم وہی کانِ حیا ہو
ہم وہی ننگِ جفا ہیں   تم وہی جانِ وفا ہو
ہم وہی قابل سزا کے   تم وہی رحمِ خدا ہو
چرخ بدلے دہر بدلے   تم بدلنے سے ورا ہو
اب ہمیں ہوں سہو حاشا   ایسی بھولوں سے جدا ہو
عمر بھر تو یاد رکھا   وقت پر کیا بھولنا ہو
وقتِ پیدائش نہ بھولے   کَیفَ یَنْسٰی کیوں قضا ہو
یہ بھی مولیٰ عرض کر دوں   بھول اگر جاوٴ تو کیا ہو
وہ ہو جو تم پر گراں ہے   وہ ہو جو ہرگز نہ چاہو
وہ ہو جس کا نام لیتے   دشمنوں کا دل برا ہو
وہ ہو جس کے رد کی خاطر   رات دن وقفِ دُعا ہو
مرمٹیں برباد بندے   خانہ آباد آگ کا ہو
شاد ہو ابلیس ملعوں   غم کسے اس قہر کا ہو
تم کو ہو واللہ تم کو   جان و دل تم پر فدا ہو
تم کو غم سے حق بچائے   غم عدو کو جاں گزا ہو
تم سے غم کو کیا تعلق   بے کسوں کے غم زُدا ہو
حق دُرُودیں تم پہ بھیجے   تم مدام اُس کو سرا ہو
وہ عطا دے تم عطا لو   وہ وہی چاہے جو چاہو
بر تو او باشد تو برما   تا ابد یہ سلسلہ ہو

کیوں رضاؔ مشکل سے ڈریئے
جب نبی مشکل کشا ہو

ملک خاص کبریا ہو

ملکِ خاصِ کبریا ہو   مالک ہر ماسوا ہو
کوئی کیا جانے کہ کیا ہو   عقل عالم سے ورا ہو
کنزِ مکتومِ ازل میں   دُرِّ مکنونِ خدا ہو
سب سے اول سب سے آخر   ابتدا ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم   اصل مقصود ہدیٰ ہو
پاک کرنے کو وضو تھے   تم نمازِ جاں فزا ہو
سب بشارت کی اذاں تھے   تم اذاں کا مدعا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے   تم موٴخر مبتدا ہو
قربِ حق کی منزلیں تھے   تم سفر کا منتہٰے ہو
قبل ذکر اضمار کیا جب   رتبہ سابق آپ کا ہو
طورِ موسیٰ چرخِ عیسیٰ   کیا مساویِ دَنا ہو
سب جہت کے دائرے میں   شش جہت سے تم ورا ہو
سب مکاں تم لامکاں میں   تن ہیں تم جانِ صفا ہو
سب تمہارے در کے رستے   ایک تم راہِ خدا ہو
سب تمہارے آگے شافع   تم حضورِ کبریا ہو
سب کی ہے تم تک رسائی   بارگہ تک تم رسا ہو
وہ کلس روضے کا چمکا   سر جھکاوٴ کج کلا ہو
وہ درِ دولت پہ آئے   جھولیاں پھیلاوٴ شاہو

کیوں رِضاؔ مشکل سے ڈریئے
جب نبی مشکل کشا ہو

□□□

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

یہ خموشی فغاں نہ بن جائے

جماعتی موقف سے بغاوت کرنے والوں کے خلاف سرزنش کرنے کے بجائے پراسرار خاموشی جماعتی مجرم کو پناہ دینے کے مترادف ہے۔ اس کی توقع ذمہ داروں سے نہیں کی جاسکتی۔

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے کبھی فرمایا تھا کہ "پریس کی بدولت صرف گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالم گیر سیلاب امنڈ سکتا ہے" (جام نور کلکتہ ۱۹۶۹) اور یہ المناک حقیقت ہے کہ ۳۲/سال بعد دہلی سے نکلنے والے اسی جام نور نے اپنی نیک نامی کی صبح سے بدنامی کی شام تک "شقاوتوں کا ایک عالم گیر سیلاب" برپا کر دیا۔ آج جماعت اہل سنت میں نو واردوں کی طرف سے جماعتی موقف پہ شبخوں مارنے کے ساتھ بزرگوں کی پگڑی اچھالنے کی جو مکروہ روایت چل پڑی ہے وہ جام نور (دہلی) ہی کی دین ہے، اہل حق کی سرزنش واحتساب سے جام نور تو اپنے "منطقی انجام" تک پہنچ گیا مگر اس کی لگائی ہوئی آگ کی چنگاریاں اب بھی موجود ہیں بلکہ اہل ہوا وہوس کے تیل چھڑکنے سے چنگاریاں شعلہ جوالہ بنانے پر آمادہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنت کی لالچ میں خودکش حملے کرنے والوں کی طرح "کار ثواب اور دین کی خدمت" سمجھ کر جماعتی موقف اور جماعت اہل سنت کے اکابر پہ حملے کر رہے ہیں اور ان کا سب سے بڑا نشانہ ابھی حضور تاج الشریعہ ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ذمہ داروں نے "سکوت کا صوم وصال" رکھا ہوا ہے جس سے ان سر پھروں کے حوصلے بلند ہوتے جا رہے ہیں، اور آئے دن یہ کوئی نہ کوئی شوشہ ایسا ضرور چھوڑتے ہیں جس سے افراتفری کا ماحول پیدا ہو اور جماعت کے افراد آپس میں دست وگریباں ہو جائیں۔ ان ذمہ داروں کی خاموشی کیوں اور کتنی پراسرار ہے یہ بتانا تو مشکل ہے مگر اس سے جو خدشات پیدا ہو رہے ہیں وہ بتانے سے زیادہ محسوس کرنے کے ہیں، کہ اس سے فتنے مستحکم ہو رہے ہیں اور سر پھرے شرر آمادہ، جس کی تازہ مثال تین طلاق کے مسئلہ پہ ذیشان مصباحی کی وہابیوں کی حمایت ہے۔ ان حضرات کو جماعتی تحفظ سے زیادہ شاید ذات کا تحفظ پیارا ہے ورنہ یہ ایسی کوئی معمولی بات نہیں تھی جس پر خاموشی کی چادر لپیٹ دی جائے۔ ہمارے بزرگوں کی روایت رہی کہ بر سر منبر کسی کی غلط بات سنی تو وہیں ٹوکا اور اس کی اصلاح کی، مگر یہاں معمولات سے عقائد تک کے خلاف بات کرنے کے باوجود کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ایک فتنہ مسلسل ہے جو سر ابھارے چلا جا رہا ہے کبھی اہل قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ اٹھایا گیا اور جماعت اہل سنت کی پوری تاریخ مسخ کرنے کی پہل کر دی گئی مگر احتساب کے نام پر خاموشی، تقلید بیزاری کی تعلیم دی گئی مگر بازپرس سے احتراز، وہابیوں کے امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کے خطبے پڑھے گئے مگر سرزنش سے گریز، اقامت کے مسئلہ میں دیابنہ کی روش اختیار کی گئی مگر "دم نہ کشیدم" کا مظاہرہ، علم غیب کے مسئلہ پہ علمائے کی محققانہ ومخلصانہ جدوجہد کو لایعنی کہا گیا مگر دیدہ تحیر پہ قناعت، تین طلاق کے مسئلہ میں مضامین لکھ کر غیر مقلدین کے موقف کی تائید میں سرجوڑ کوشش کی گئی مگر مواخذہ کے نام پر صوم سکوت۔

یہ تصویر کی ایک صورت ہے جس کا سیدھا تعلق ہمارے جماعتی حریف سے ہے اور اس سے عقائد میں تصلب کے کمزور ہونے کا

خدشہ ہے یہ منفی فکر اگر اسکول اور کالج کے فیض یافتگان کی طرف سے ہوتی تو افسوس کم ہوتا مگر یہ تو مدارس اہل سنت کے فارغین ہیں ان کی فکری بغاوت کیسے برداشت کی جائے؟

دوسری صورت ان قدیم مسائل کو چھیڑ کر جماعت میں انتشار پیدا کرنے کی ہے جس پر جماعت کا اجماع ہے، کچھ شرپسند عناصر دانستہ اور مخصوص ذہنیت کے تحت وقفہ وقفہ سے ان مسائل کو چھیڑ رہے ہیں جن سے جماعتی اتحاد پارہ پارہ ہو جائے، یہ صورت بھی ایسی نہیں کہ اسے معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا جائے، اس سے جہاں سرکار اعلیٰ حضرت کی تحقیقات سے اختلاف کا دروازہ کھولنا مقصود ہے وہیں جماعت میں انتشار پیدا کرنا بھی، کہ امام احمد رضا ملی وحدت کی ضمانت اور اتحاد باہمی کا بنیادی مرکز ہیں، یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیقات پہ اکابر اہل سنت نے اعتماد کیا، کسی اور کو بایں کوتاہ علمی وفہمی ان سے اختلاف کی اجازت کیوں کر مل سکتی ہے؟ پھر یہ بھی دیکھنے کی چیز ہے ان پر اعتماد کا جو زریں عہد گزرا ہے اس میں جماعت میں کہیں کوئی انتشار نہیں ہے، پھر ان سے اختلاف کے دروازے کو وا کرنا انتشار کو ہوا دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر جنونیوں کا ایک دستہ ہے جو مسئلہ سماع، مزارات پہ عورتوں کی حاضری، قرأۃ خلف الامام، طواف مزارات، دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے عنوانات سے جماعتی اتحاد کو پتے کی طرح بکھیرنے میں کوشاں ہے۔ اب اس طوفان بلاخیز کے بعد بھی احتساب وسرزنش کے بجائے ''سکوت حوصلہ نواز'' سے کام لیا جائے تو اس کی تحسین کیسے کی جاسکتی ہے؟

اس خاموش مزاجی کا تیسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اس سے شرپسند عناصر کی شرانگیزیاں بڑھ رہی ہیں، اب جماعت اہل سنت کے اکابر کے خلاف لکھنا بولنا ایسے ہی ہے جیسے تلامذہ اور ماتحت افراد کے خلاف لکھنا اور بولنا۔ اس جارحیت کا سب بڑا نشانہ ابھی حضور تاج الشریعہ ہیں۔ آئے دن سوشل میڈیا پہ ایسی تحریریں ڈالی جاتی ہیں جس میں انہیں نشانہ بنا گیا ہو، یہ لکھنے بولنے والے وہی لوگ ہیں اور انہیں کے نمائندے ہیں جو جماعتی موقف پہ چٹان کی طرح اڑے رہنے کے سبب ان سے شاکی اور ان کی مقبولیت سے نالاں ہیں، ایسے افراد یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ مقبولیت کسبی نہیں وہبی ہوتی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اس کی مخالفت ''خدا سے جنگ لینے'' کے مترادف ہے۔ تاج الشریعہ ''پیدرم سلطان بود'' والے پیر نہیں، بلکہ خود ہی سلطان ہیں اور ان کی سلطانی مسلم ہے، پروردگار عالم نے انہیں علم وفن میں یگانہ، تصوف ومعرفت میں یکتا، خلق وکرم میں ممتاز اور پیروی سنت میں امام اعظم بنایا ہے۔ عالم شباب سے عمر کی اس منزل تک اپنے ہر عمل میں رضائے الٰہی کی طلب نے اس مرتبہ کمال تک پہنچا دیا ہے کہ آج ہر آنکھ آپ کے دید کی طالب، ہر دل محبت کیش آپ کا تمنائی اور ہر صالح ذہن فرد آپ کا شیدائی ہے، عالمی سطح پر ابھی جو مقبولیت آپ کی ہے اس سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ خلق خدا کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی گئی ہے اور یہ یقیناً اللہ کے ولی کی پہچان ہے۔

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے حقائق سے آنکھیں موند کر جس طرح اکابر کی کردار کشی کو بطور مہم اپنا رکھا ہے اس کے نتائج کتنے بھیانک ہوں گے اس کا اندازہ انہیں اس وقت ہوگا جب حضور تاج الشریعہ کے سایہ کرم سے محروم ہو جائیں گے، انہوں نے یہ دیکھا کہ تاج الشریعہ نے کسی معروف خطیب کے خلاف شرعی محاسبہ کیا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس شرعی محاسبہ کے اسباب کیا ہیں؟ بعض سنی تنظیموں کے خلاف تاج الشریعہ کی برہمی دیکھی مگر ان تنظیموں کی قابل گرفت حرکتیں نہیں دیکھیں، بعض اہل خانقاہ سے ان کا اعراض دیکھا مگر ان صاحبان جبہ ودستار کی غیر صوفیانہ روش نہیں دیکھی، ڈاکٹر طاہر القادری کے خلاف ان کا سخت احتجاج اور مجاہدانہ کردار دیکھا مگر طاہر القادری کے پردے میں چھپے دین کے غاصب کو نہیں دیکھا۔ ان تمام سانحات کی تفصیل مختلف کتابوں میں بھری پڑی ہے انہیں

دیکھے بغیر علمی وشرعی گرفت کرنے والے کے خلاف واویلا مچانا کہاں کی دانش مندی ہے،؟ چور کا ہاتھ کاٹنے والا مجرم مگر چوری کرنے والا متقی؟ سنگساری کا حکم دینے والا مجرم مگر مرتکب زنا مظلوم؟ دین کے باغیوں کی گرفت کرنے والا مجرم مگر دین سے کھلواڑ کرنے والا محبوب؟ کیا اس کا نام دینی شعور اور پختہ ایمانی ہے؟

واویلا مچانے والے اپنی جان بچانے کی خاطر یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سب کے سب مجرم ہیں اور تنہا تاج الشریعہ صحیح ہیں؟ ملک میں کسی اور نے ان کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا؟ ہر معاملہ میں صرف تاج الشریعہ ہی پیش پیش کیوں ہیں؟ ان کرم فرماؤں کو اب کون سمجھائے کہ جو دین کا پیشوا ہوتا ہے اہل علم اور ذمہ داران مشکل معاملات میں انہیں سے رجوع کرتے ہیں اور اس یقین سے رجوع کرتے ہیں کہ یہاں شخص اور شخصیت کی پروا کئے بغیر شرعی حکم سنایا جاتا ہے، ان کا یہ اعتماد اتنا پختہ اور یقینی ہے کہ ان اختلافی مسائل میں بھی سب سے پہلے وہ یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں تاج الشریعہ کا موقف کیا ہے، جو ان کا موقف ہوتا ہے وہی حجت اور قول فیصل قرار پاتا ہے۔ ان مذکورہ مسائل میں بھی تاج الشریعہ نے افراد وشخصیت کو دیکھنے کے بجائے تقاضائے شرع پیش نظر رکھا ہے اور دلائل کی روشنی میں حکم شرع سنایا ہے۔ اس ''آئین جواں مرداں'' اور ''حق گوئی و بے باکی'' پہ انہیں کوئی نفس پرست کوستا ہے تو وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے کرے، مگر یہ یقین رکھے کہ تاج الشریعہ نے اس ''ایضاح حق اور حق گوئی و بے باکی'' سے جہاں کروروں افراد کے ایمان عمل کو بچایا ہے وہیں اپنے ہمعصروں اور اپنے بعد والوں کو حق کے اظہار اور شریعت کی پاسداری کا حوصلہ بھی دیا ہے۔

برسوں قبل جب تاج الشریعہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے اسلام مخالف نظریات پر ان کی گرفت کی اور اتمام حجت ویقین کامل کے بعد کہ یہ اہل سنت کے خلاف باطل راستہ پہ چل پڑے ہیں آپ نے حکم شرع سنایا تو دنیا حیرت زدہ تھی کہ اتنا قابل عالم اور مشہور خطیب بھلا گمراہ کیسے ہوسکتا ہے مگر ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' آج دنیا تحقیق مزید کے بعد وہی کہہ رہی ہے جو تاج الشریعہ نے برسوں پہلے کہا تھا۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے رد میں تقریباً ۲۰ رکتابیں منظر عام پہ آچکی ہیں جو یہی ثابت کر رہی ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا فیصلہ اسلامی اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے۔

واضح رہے کہ کسی شخص کے ایمان کی پرکھ کے لئے اس کی خدمات نہیں دیکھی جائیں گی عقائد ونظریات دیکھے جائیں گے اگر خدمات دیکھ کر فیصلہ کیا جائے تو منکرین زکوٰۃ کی بھی خدمات نکل آئیں گی، خارجی رافضی شیعہ اور قادیانی کی بھی کچھ نہ کچھ خدمات نکل آئیں گی، وہابیہ دیابنہ کو بھی خدمات کی بنیاد پہ حق پہ ہونے کا دعویٰ ہوگا، پھر حق و باطل کے درمیان تمیز کی صورت کیا رہ جائے گی؟ چور ڈاکو شرابی برے ہونے کے باوجود کچھ اچھے کام کرتے ہی ہوں گے تو انہیں اس اچھے کام کی وجہ سے اچھا اور شریف کہہ دیا جائے؟ ڈاکٹر طاہر القادری کی جو بھی خدمات ہوں ان سے انکار نہیں مگر اب ان کی فکر ''فکر اسلامی'' نہیں رہی تو ان پر حکم شرع نافذ تو ہوگا۔ ہند و پاک کے ان علما و مشائخ نے اپنی مذہبی ذمہ داری سمجھ کر عوام اہل سنت کو اس کے دام تزویر سے بچانے کے لئے ان پر جو حکم لگایا ہے اسے اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

دین اور بے دینی کے درمیان مصالحت کے لئے بعض اہل ہوا ہوس نے ''صلح کلیت وندویت'' کی بنیاد رکھی تھی، ایک صدی قبل اس فتنہ کے خلاف پورے ملک کے علما مشائخ نے صدائے احتجاج بلند کیا، اس کے خلاف تحریکیں چلائیں، کتابیں لکھیں، اس کے دام فریب سے بچنے کے لئے مختلف شہروں میں بڑے بڑے اجلاس کئے، جس کی پیشوائی تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی اور امام

اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ نے کی، اس وقت کی تقریباً تمام بڑی خانقاہوں کے مشائخ نے بھی اسے وقت کی آواز سمجھتے ہوئے اس کی پشت پناہی کی، اسے اپنے تعاون سے مستحکم کیا اور اپنی دعائے نیم شبی سے اسے اتنا پراثر کیا کہ وہ فتنہ جو تحریک کی شکل میں اٹھا تھا ایک ''مدرسہ'' میں سمٹ گیا اور مسلمانوں کو اس سے نجات مل گئی، مگر اسے وقت کا المیہ ہی کہا جائے گا کہ ایک صدی گزرتے گزرتے پندار نفس کے شکار بعض افراد نے سو سال قابل کی جدوجہد پر پانی پھیرنا شروع کر دیا، انہوں نے اپنے طبعی تقاضے کے تحت ''صلح کلیت'' کا معنیٰ و مفہوم بدل دیا بلکہ اس لفظ سے ہی ان کو انقباض ہونے لگا، اب کوئی ایمان وکفر کو یکجا کر دے، اچھے اور برے کو ایک سمجھے، بدعقیدوں اور خوش عقیدوں کو ایک ہی خانہ میں رکھے، جن سے دور رہنے کا حکم ہے اس سے دوستی کرے اور جس سے سلام وکلام منع ہے اس سے رشتہ داری کرے، معاذ اللہ! ان کے نزدیک وہ سچا مسلمان ہے اور اسی کو مقاصد شریعت کا ادراک نصیب ہوا ہے۔ جدیدیت کے دلدادہ افراد نے بہ یک جنبش قلم کس طرح اپنے گھر کے بزرگ اور جماعت اہل سنت کے اکابر علما کی قربانیوں کا مذاق اڑایا ہے، دیدہ حیرت سے دیکھنے کے لائق ہے۔

کل کی بہ نسبت آج دین سے بے رغبتی، دین میں مداہنت اور دین کے خلاف بولنے والے افراد زیادہ ہیں اور حق کی آواز بلند کرنے والے کم۔ دین میں آسانی اور سہل پسندی کے دلدادہ زیادہ ہیں اور تقویٰ وطریقت بلکہ شریعت کے آگے سرخم کرنے والے کم۔ شخصیت سے متاثر ہو کر حکم شرع سنانے والے زیادہ ہیں اور حاکم وقت کے آگے بھی حکم شرع سنانے والے کم۔ ایسے میں اگر کہیں سے حق کی آواز بلند ہوتی ہے تو ''کشتۂ تیغ نفس'' بہ یک زبان ''تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت'' کہہ کر اس حق کی آواز کو دبانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، بتایا جائے یہ عمل دین کی حمایت میں ہے یا اس کی مخالفت میں؟ اور کیا ایسا کرنے والے کو دین کا مخلص کہا جا سکتا ہے؟ وہ لوگ جو چلمن کی اوٹ سے ایسے لوگوں کی خاموش حمایت کر رہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ نفس پرستوں کا کوئی دھرم نہیں ہوتا وہ اپنے مطلب کے لئے روز اپنا قبلہ بدلتے ہیں اور بدلتے رہیں گے، آج جو افراد سرکار تاج الشریعہ کی مخالفت اور ان کی کردار کشی پہ کمر بستہ ہیں کل ان کے دامن تقدس تک بھی یہ پنجۂ خونیں پہنچے گا اور اس وقت سوائے آہ وفغاں کے وہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ واضح رہے کہ باطل کے مقابلہ میں حق ہمیشہ سرخ رو رہا ہے اور رہے گا، آج حق کی علامت اور صلح کلیت کی یلغار کے مقابلہ میں حق کی آہنی دیوار کا نام ہے تاج الشریعہ، یہ دیوار سلامت ہے تو دین خلاف اٹھنے والے ہر فتنے بھی ناکام رہیں گے اور آج تک ناکام ہیں۔

آج جماعت اہل سنت میں چند موضوعات پہ علمی اختلافات ہیں اگر بنظر انصاف دیکھیں تو ہر اختلافی مسئلہ میں حضور تاج الشریعہ کا موقف دلائل وشواہد کے علاوہ احتیاط کے اعتبار سے بھی برحق معلوم ہوگا چند شواہد دیکھئے

(۱) ٹی وی اور ویڈیو کے مسئلہ میں علمی اختلاف ہوا، جواز وعدم جواز کو لے کر جماعت دو خیمے میں بٹ گئی، آپ کا موقف عدم جواز کا تھا جس پر آپ شدت سے آج تک قائم ہیں۔ قائلین جواز ''ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کا موقف رکھتے تھے جس میں کہیں سے بھی تصویر کشی کی اجازت نہیں تھی، مگر آج ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کی آڑ میں جس طرح کھلے عام تصویریں لی جا رہی ہیں، چھاپی جا رہی ہیں اس کا کوئی جواز کہیں سے بنتا ہے؟ اب تو حال یہ ہے کہ تصویر کشی کی حرمت کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہوتا جا رہا ہے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، شادی، میت، محفل، ٹرین، بس، ہوائی جہاز جہاں دیکھئے تصویریں لی جا رہی ہیں، کون اسے حرام سمجھتا ہے؟ ذرا سوچئے! ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' میں کہیں بھی اس کی اجازت تھی؟ مگر جواز کے پہلو کی آڑ لے کر اس

طرح تصویر کی حرمت کو حلت سے بدل گیا ہے کہ تصویر کی مخالفت کرنے والا ہی مجرم سمجھا جاتا ہے۔

ایک دور وہ تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حج کے لئے بھی اس کار حرام کو جائز قرار نہیں دیا پھر باضابطہ بحث ومباحثہ کے بعد اسے ضرورت تک محدود کیا گیا مگر آج کس طرح یہ وبا عام ہے بتانے کی ضرورت نہیں۔ اب یہاں حضور تاج الشریعہ کے عدم جواز کا موقف دیکھیں، تو معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کو گناہوں سے بچانے کے لئے آپ کا موقفِ عدم جواز، علمی استدلال کے ساتھ احتیاط کے اعتبار سے بھی انتہائی اہم اور مفید ہے، ایمان داری سے دیکھیں تو پوری دنیا میں صرف تاج الشریعہ اور ان کے موقف کی عملی حمایت کرنے والے ہی ایسے ہیں جن سے تصویر کی حرمت والی حدیث معنوی اعتبار سے محفوظ ہے اور یہ کتنی اہم بات ہے اہل علم اہل نظر اور اہل خشیت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(۲) اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز وعدم جواز، (۳) آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت اور (۴) چلتی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے مسئلہ میں آپ کا موقف جہاں دلائل وشواہد کی روشنی میں صحیح ہے وہیں تقاضائے احتیاط بھی تاج الشریعہ کے موقف کی تائید میں ہے۔ غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آجائے گی۔ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے نماز کے صحیح ہونے نہیں ہونے میں اختلاف ہے لیکن اگر اس کا استعمال ہی نہ کیا جائے تو نماز کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے اثبات میں اختلاف ہے لیکن آلات جدیدہ کے بجائے قدیم طریقے پر چاند کے اثبات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ چلتی ٹرین میں پڑھی گئی فرض وواجب نماز کے اعادہ کے حکم میں اختلاف ہے، اگر پرانے موقف پہ قائم رہتے ہوئے اعادہ کر لیا جائے تو کسی کے یہاں کوئی اختلاف نہیں۔ اس پہلو کو سامنے رکھ کر سوچیں تو تمام جدید مسائل میں تاج الشریعہ کا موقف صاف شفاف محتاط اور برحق نظر آئے گا اور اسی سے یہ بھی آئینہ ہو جائے گا کہ علم وعمل اور عبادت وریاضت کے علاوہ حزم واحتیاط کے اعتبار سے بھی آپ واقعی جانشین مفتی اعظم ہیں۔ قائلین جواز تھوڑی دیر کے لئے اس پہلو پر غور فرمالیں کہ اگر ان کا پہلوئے جواز عند اللہ صحیح نہ ہوا تو ان کے فتاویٰ وفیصلے پر عمل کرنے کا وبال کن کے سر ہوگا؟

یہ خموشی فغاں نہ بن جائے:

جماعت کے ذمہ داران ان واقعات وسانحات سے بخوبی واقف ہیں جو شر پسندوں کے ذریعہ جماعت میں پیدا کردئے گئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے نام کا لاحقہ انہیں ہماری جماعت سے جوڑتا ہے مگر ان کی حرکتیں انہیں جماعتی حریف بتاتی ہیں، یہ پہلو ہمارے لئے قابل غور ہے کہ جس طرح ہمارے یہاں کے بعض افراد عربی ادب کے حصول کے شوق میں اپنے ایمان وعقیدہ کے تحفظ کے ساتھ ندوہ داخل ہوئے، کیا ایسا ممکن نہیں کہ دیوبند، ندوہ اور سلفیہ کے بعض افراد بھی اپنی بدعقیدگی پر قائم رہتے ہوئے ہمارے مدارس میں داخل ہوئے ہوں؟ تقیہ ان کے یہاں کوئی عیب نہیں بلکہ ان کو پرکھوں کا وطیرہ ہے، وہ سنی بن کر ہمارے مدارس کے مہمان بنے، فارغ التحصیل ہوئے، مگر ان کا دین دھرم وہی رہا جو ان کے مدارس کا تھا یا ان کے خاندان کا؟ یہ احتمال اس لئے پیدا ہوا کہ کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین سے یہ توقع نہیں کہ وہ جماعتی موقف سے منحرف ہو اور اپنے اکابر کے دامن حرمت سے کھلواڑ کرے، اس لئے سنی مدارس کے ذمہ داران پر لازم ہے کہ وہ ایسے سارے باغی افراد کے عقائد کی تحقیق کریں، ان کے خاندانی عقائد کی تفتیش کریں اگر یہ تقیہ باز نکلیں تو اس کا اعلان کریں اور اگر جماعتی موقف سے منحرف ہوں تو ان کے اسناد منسوخ کئے جائیں۔ جماعت سے اتنی بغاوت کے باوجود خموشی کا مظاہرہ مفید نہیں مضر ہے، بلکہ یہ مجرم کو پناہ دینے کے مترادف ہے جس کی توقع ذمہ داروں سے نہیں کی جاسکتی۔

□□□

قارئین کے تاثرات

أَلَمْ تَسْمَعْ لِأَصْواتٍ تُنَادِيْ؟

مولانا ڈاکٹر محمد جلال رضا الازہری

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين أما بعد!

فقد اطلعت على بعض الأعداد من مجلة "الرضا" الفصلية التي تصدر باللغة الأردية من مدينة بتنه، بولاية بهار وقد تقدم إلى أحد الإخوة الكرام، وهو الأخ الفاضل، السيد الشريف، منور شاه حفظه الله تعالى طالبا مني أن أكتب انطباعاتي عن المجلة، وأبلغني أن مدير المجلة وهو الشيخ أمجد رضا أمجد يرغب في نشر خواطري حول المجلة مشفوعة ببعض الكلمات عن الشيخ الإمام، فألقيت نظرة سريعة على محتوياتها وعناوين المقالات بين دفتيها، وفي الحقيقة لم يتسن لي الفرصة لقراءتها بإمعان وإتقان حتى أقوم بتقييمها علميا وفكريا ولغويا وفي هذا السياق استوقفني عنوان المجلة و أوحى إلي منذ اللحظة الأولى أنها تنتمي إلى مولانا الإمام المجدد، شيخ المشائخ سيدي الشيخ أحمد رضا خان الحنفي القادري رحمه الله تعالى رحمة واسعة، وجعل الجنة مثواه، وخطر ببالي اختصاصها بشخصية الإمام وتقديم مساعيه وعرض أفكاره والتعريف باجتهاداته للقراء باللغة الأردية

وما من ريب أن سيدي الشيخ أحمد رضا خان الحنفي القادري رحمه الله تعالى علم شامخ من أعلام شبه القارة الهندية التي تعتز به جماعة أهل السنة والجماعة، وتهتدي بأفكاره الأصيلة واجتهاداته السديدة الرائقة، وقد نالت مؤلفاته البديعة قبولا عاما في الأوساط العلمية والفكرية في حياته، و ربما ازدادا إقبال الناس عليها بعد وفاته ولن أكون مبالغا ولا مغاليا لو قلتُ إنه سيوطي الهند في كثرة مؤلفاته واختيار أسماء معظم كتبه مسجعة ومقفاة واتسام منهجه الفكري بالتصوف ومن الملاحظ أيضا أن منظومته السلامية ومدائحه الأردية تُردَّد في معظم حلقات المولد الشريف، و غيره من الجلسات والاجتماعات والمحافل والمناسبات الدينية خصوصا بعد الجمع والجماعات في شبه القارة الهندية ، حيث يعطرون أفواههم بترددها بكل حماس وأدب واحترام، مفعمين بمشاعر دينية جياشة، فإن دل هذا على شيء فإنه يدل على حب الجماهير له وعظيم الاحترام والتقدير له ولمآثره العلمية والفكرية والفقهية وأنتهز هذه الفرصة الطيبة لأقدم بعض الأبيات العربية في مدح شيخنا العلام رحمه الله تعالى، راجيا من الله تعالى أن يديم علينا بركاته، كنتُ قد نظمتُ تلك القصيدة قبل خمسة عشر عاما أثناء إقامتي بالقاهرة، طالبا ومتعلما ومجتنيا من ثمار الأزهر الشريف الأغر

فإليكم بعض الأبيات الملتقطة من تلك القصيدة الميمونة

أَلَمْ تَسْمَعْ لِأَصْوَاتٍ تُنَادِيْ؟
هَلُمُّوا ههُنا حُسْـــنُ الْمقامِ

لَدى "أَحْمَدْ رِضاً" زَيْنِ الْفَقِيْهِ
عَظِيْمِ الْجُوْدِ وَالْفَيْضِ الْمُدامِ

له صَوتٌ وصِيْتٌ فِي النوادِيْ
وَ ذِكْرٌ طَيِّـــبٌ عِنْدَ الْكِـــرامِ

سَقَىَ المولـــى ثَـــراه كُلَّ آنٍ
إِلَـــى يَـــومِ القيامةِ بالـــدوامِ

وَأَنْـــزِلْ فـــوقَ مَدْفـــنِه الشريفِ
شَآبيـــبًا كَأَمْطَـــارِ الْغَمَـــامِ

و يمكن أن أسجل بعض الملاحظات حول المجلة في السطور التالية

1 تهدف المجلة بصفة أساسية إلى عرض معارف الإمام أحمد رضا خان رحمه الله تعالى لعامة الناس وجماهير اللغة الأردية في الهند وما جاورها من البلاد في أسلوب سهل ومبسط، وهذا شيء جميل، وما أحوجنا إلى العودة إلى تراث علمائنا الأعلام ومشائخنا الأمجاد، وعلى رأسهم و في مقدمتهم الشيخ الإمام المجدد، سيدي الشيخ أحمد رضا خان الحنفي القادري رحمه الله تعالى

2 وينبغي أن تركز المجلة بصفة جوهرية على عرض اجتهادات الشيخ المبثوثة في ثنايا مؤلفاته المتنوعة الكثيرة في مجالات العلوم الإسلامية المختلفة من الفقه وأصول الفقه وعلم الكلام والتفسير وعلوم القرآن والحديث الشريف وعلوم الحديث والشعر والأدب العربي والأردي، وغير ذلك من العلوم والفنون

3 على إدارة المجلة أن تعقد العزم على تيسير معارف الشيخ وتبسيطها وتقديمها للجماهير في أسلوب سهل مبسط يقدر على هضمها العوام والخواص، والقارئ لمعارف الشيخ الإمام وتراثه الفقهي والكلامي والفكري يعرف جيدا أن أسلوبه متسم بالدقة الشديدة والعمق الفريد قد يندر نظيره في علماء العصر الحديث، وليس من شأن عامة الناس استيعاب الكلام العلمي والفكري في أسلوبه الفني الدقيق

4 ومن الحكمة إيثار التجنب عن الموضوعات الهامشية والجانبية التي ليس لها كبير فائدة أو أثر نافع على المجتمع الإسلامي في الهند، لأن إضاعة الوقت والمال والمداد والقرطاس في سفاسف الأمور تفوت الأهداف السامية، وتبعد عن المقاصد العليا، وتشغل بالأمور الهينة اللينة بدل القضايا الجوهرية الجادة

وقبل أن أختم هذه السطور أسأل الله تعالى أن يجزي أعضاء المجلة خيرا الجزاء، ويوفقهم لكل، ويهديهم إلى صدق الكلمة وحكمتها و ييسر لهم كل عسير وصلى الله تعالى على خير خلقه آله و صحبه، وبارك وسلم

كتبه د محمد جلال رضا الأزهري ۹

اسلامك ايسوسيشن، ايشيورو، نورث كيرولينا، أمريكا الأربعاء ۱۰ أغسطس ۲۰۱۳
الموافق-14 ذو القعدة ۱۴۳۴ھ

مجھے ہے حکم اذاں الہ الا اللہ

مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی

جامعہ رضویہ پٹنہ

دوماہی رسالہ الرضا کا تازہ شمارہ باصرہ نواز ہوا ماضی کی طرح یہ شمارہ بھی دین ودانش کے جواہر پاروں کا خوبصورت مرقع ہے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی علم ہوتا ہے کہ آپ اپنی فکر ونظر اور شعور وبصیرت کی تعمیری قوت وتوانائی الرضا پر صرف کررہے ہیں اس سے نہ صرف آپ کے تجربات میں گہرائی وگیرائی آگئی ہے بل کہ مذہب ومسلک کے فروغ وترقی کے لیے تمام تر صلاحیتوں کو صحت مند طریقے سے استعمال کرنے کے مواقع بھی روشن ہورہے ہیں اب آپ کی پونجی پوری ملت کی پونجی بن گئی ہے خدا اسے نظر بد سے

بچائے لیکن بایں ہمہ آپ کو بہر حال اس راہ میں صبر اور سنجیدگی کو اپنا ہمسفر بنانے کی ضرورت ہے کیوں کہ عجلت و تیز روی میں اچھے کام بھی بسا اوقات بگڑ جاتے ہیں احتسابی عمل جتنا ہم لوگوں کے ضروری ہے اتنا آپ کے لئے بھی ضروری ہے

آپ کا اداریہ موضوع کے لحاظ سے نہایت خوب ہے اور نگارشات تو اس سے بھی خوبتر ہیں اداریہ میں آپ نے مدارس اسلامیہ کے جدید قارئین کو حوصلوں اور امنگوں کی برجستہ تعلیم دی ہے اور ان کی آزادانہ روش و دینی بے تعلقی کا دانشمندانہ احتساب کیا ہے یہ ایک خوبصورت آئینہ ہے جس میں طلبہ کے ساتھ سرپرستگان اور موجودہ درس گاہوں کے ذمہ دار اصحاب بھی اپنی کریہہ شکل وصورت دیکھ سکتے ہیں بل کہ مقدور ہو تو اپنے زلف برہم کو بھی سنوار سکتے ہیں اس ضمن میں اپنے اکابرین بالخصوص عہد حاضر کے جلیل القدر معمار و مدبر حضور حافظ ملت کے کارناموں کی حسین وجمیل آئینہ بندی کی ہے ہر سطر دینی درد کی لذتوں میں شرابور ہے اور بیان و اسلوب بیان سے اخلاص کی خوشبو ٹپک رہی ہے یہاں تک کہ مخالفین سے گفتگو کا لب ولہجہ بھی داعیانہ ہے اور وہ مختصر افراد جو موجودہ مخالفین کے دام تزویر میں پھنس کر سواد اعظم کو نادانی میں آنکھیں دکھانے کی جرآت کر رہے ہیں ان سے بھی تعمیری انداز میں خطاب کیا ہے اس خوبی نے اصحاب لوح وقلم کے درمیان آپ کے قد کو بڑھا دیا ہے وہ موجودہ اصحاب خانقاہ جو اپنے فکر وعمل سے شکوک کے دائرے کو بڑھا رہے ہیں اور اپنی شخصیات کو متنازع بنا چکے ہیں ان سے چشم پوشی مسلک حق کے لئے کسی طرح درست نہیں ہے کوئی بھی فتنہ خواہ لباس کفر ونفاق میں آئے خواہ تصوف وسلوک کا خرقہ زیب تن کر کے سامنے آئے ان کے ہمہ گیر خطروں سے ملت اسلامیہ آگاہ کرنا موجودہ حالات میں دینی تقاضوں کا اہم حصہ ہے بقول اقبال

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لاالہ الااللہ

صاحب سراداں ہو یا ان کے مدحت طرازوں کی جماعت ان کے چہروں سے حجابات اٹھائے جا رہے ہیں تو اسے وقت کی ایک اہم ضرورت سمجھنا چاہئے ان تحریروں میں چند ناراض مصباحی وعلیمی برادران کے لئے دعوت غور وفکر موجود ہے گرتوں کو سنبھالنا ہمدردوں کا کردار ہوتا ہے اس قسم کے لوگ دانستہ کنویں میں ڈوبنے کا ارادہ نہیں رکھتے تو ان کی اصلاح فکر ونظر کے لئے اداریہ کا آخری پیراگراف اور اس کی چند سطروں کا مطالعہ ہی کافی ہے

''توسل اور ندا یا الغیب'' کے عنوان سے حضرت سید شاہ تقی حسن بلخی سہروردی کا مضمون جو رسالہ میں شامل ہے وہ قرآن وسنت کے دلائل سے مزین اور افادات عالیہ سے مرصع ہے اس کے ذریعہ آپ نے ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو جوڑنے کا ایک اہم اور تاریخی فریضہ انجام دیا اس نہج سے مزید آپ کو پیش قدمی کرنا چاہئے تاکہ موجودہ خانقاہوں کے اصحاب وارباب فضل کو اپنے اسلاف کے عقیدہ وعمل کا بآسانی سراغ مل سکے مفتی ناظر اشرف نوری کا انٹرویو خوب ہے۔ واقعی پڑھ کر طبیعت مچل گئی، اب بھی اپنے یہاں ایسے ایسے لعل وگہر موجود ہیں سبحان اللہ۔

مطالعہ رضویات کے باب میں ڈاکٹر نجم القادری صاحب کا اہم مقالہ ''امام احمد رضا اور معاشی نظریات'' ایک لاجواب مقالہ ہے اس میں انہوں نے قارئین کو فکر رضا کے نئے پہلو سے روشناس کیا ہے جو عام نظروں سے پوشیدہ ہے موصوف مضمون نگار نے امام احمد رضا کے معاشی نظریات کی اہمیت وافادیت کو دور حاضر کے نئے تناظر میں دیکھنے اور دکھانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس میدان کے ماہر و تجربہ کار اہل قلم ہیں اور ''رضویات'' ہی ان کی فکر ونظر کا محور اور لوح وقلم کی زیب وزینت ہے مضمون میں پیش کردہ سارے مواد بڑے اہم اور گراں قدر ہیں دیگر مشمولات بھی لائق مطالعہ اور مفید ونفع بخش ہیں دور حاضر میں ملت اسلامیہ کی زبوں حالی کے ساتھ سیاسی وسماجی بدحالی بھی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے اس کو بھی موضوعات میں شامل کرنے کی ضرورت ہے یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ آج اس میدان میں ہر محاذ پر دیابنہ فصلیں کاٹ رہے ہیں اور ہماری صفوں سے آہٹوں کی آواز تک نہیں آتی۔ آپ جزوی طور پر آوازہ بلند کر رہے ہیں بھلا اس ہنگامہ قیامت میں اسے کون سنتا ہے صدائے بازگشت کا جزوی فائدہ بھی مخالفین دونوں ہاتھوں سے بٹور رہے ہیں خدا ہماری جماعت میں قائد اہل سنت مجاہد ملت مشتاق نظامی جیسی شخصیتوں کا بدل پیدا فرمائے۔

حسام الحرمین پر دستخطی مہم کی شروعات کی جائے

مولانا ملک الظفر سہسرامی

گرامی قدر سلام مسنون

دوماہی ''الرضا'' کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا۔ حسب سابق یہ شمارہ بھی آپ کی فکری رفعت اور بالغ نظری کی گواہی دے رہا ہے۔ مسلم پرسنل لاء کے حوالے سے آپ اسے دستاویزی شکل دے دی ہے۔ اداریے میں آپ نے ملت کی زبوں حالی پر درد دل کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً مسافران ملت کے روش کارواں بدل دینے کی فکری دعوت دے رہا ہے۔ صلح کلیت بہت بڑا آزار ہے جو جماعت کے افراد کو دھیرے دھیرے اپنی خوراک بناتا جا رہا ہے اور ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ صلح کلیت بدعقیدگی کا پہلا زینہ ہے اور آج اس پہیے پا دان کی قربان گاہ پہ ہماری نئی نسل ہے۔ وقت اور حالات کا تقاضا ہے کہ ''حسام الحرمین'' پر علمائے اہلسنت سے تائیدی و تصدیقی دستخط کی مہم چلائی جائے تاکہ جماعت میں پیر پھیلاتی ہوئی صلح کلیت کے خلاف مضبوط پشت باندھا جا سکے۔

اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

(مولانا) محمد شاہد القادری

چیئرمین امام احمد سوسائٹی کلکتہ

برادر طریقت مفتی امجد رضا قب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ان شاء اللہ بکرم سرکار تاج الشریعہ بخیر وعافیت ہونگے!

مکرمی! دوماہی الرضا پٹنہ کا شمارہ نومبر، دسمبر ۲۰۱۹ء ''امام اعظم لائبریری، دھان کھیتی، کلکتہ'' میں پڑھنے کا شرف حاصل کیا، تمام مضامین اپنی جگہ اہمیت وافادیت کے حامل ہیں، بالخصوص ''چیچنیا کانفرس'' عمان اعلامیہ کے سینے میں شمشیر براں ثابت ہوئی، مولانا انوار بغدادی صاحب کی شرکت لائق صد مبارک باد اور آنکھوں دیکھا حال جس طرح انہوں ترتیب دی ہے، بہت خوب۔ چیچنیا کانفرس میں شیخ ابوبکر ملیباری کی شرکت اور عمان اعلامیہ کی حمایت۔۔۔۔ حیرت ہے! اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے (آمین)

اس شمارہ میں سلسلہ ابوالعلائیہ کے بزرگ حضرت سید شاہ علقمہ شبلی صاحب کے انٹرویو نے دل موہ لیا، واہ واہ، کتنی بے باکی جرأت اور ایمانی حرارت پیدا کر دی ان کے انٹرویو نے، سچ اہل حق، حق ہی بولتے ہیں کہ یہی ان کی شان کے لائق ہے، جو لوگ سب صحیح کا نعرہ دل خراش ایمان پاش لگا رہے ہیں انہیں اس سے سبق لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ عاطفت ہم لوگوں پر دراز رکھے آمین

سرکار حجۃ الاسلام نمبر کی عنقریب اشاعت کا اعلان اس رسالہ میں پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی، حضرت علیہ الرحمہ کے حوالے سے ہندوستان میں پہلا تاریخی دستاویز ہوگا، الحمد للہ! ترتیب کا اعزاز آپ کے حصہ میں آیا، مولیٰ تعالیٰ شرف قبولیت سے مالا مال فرمائے اور رسالہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آپ کی ادارت میں خوب سے خوب تر رفعت وبلندی کی منزل طے کرے (آمین)

رسالہ اپنی مثال آپ

مولانا غلام سرور قادری مصباحی

القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ (بہار)

رئیس التحریر قاضی شریعت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد

زادکم الرحمٰن فضلا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا رسالہ دوماہی ''الرضا انٹرنیشنل شمارہ نومبر، دسمبر ۲۰۱۹ء باصرہ افروز ہوا۔ مطالعے کے بعد حصول طمانیت قلب، معلومات میں اضافہ اور ذہن وفکر کے بند دریچے وا ہوئے۔ کیوں کہ رسالہ اپنے عمدہ معیار، دلکش اسلوب، خوبصورت پیش کش، شگفتہ انداز بیان اور دلچسپ مواد کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن کمپوزنگ کی غلطیاں درپیش ہونے کی وجہ سے مطالعے کی روانگی میں مخل ہو رہی ہیں جس پر توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے بالخصوص قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارات پر۔ یوں تو یہ شمارہ سابقہ شماروں کی بنسبت کمپوزنگ کی غلطیوں سے بہت حد تک محفوظ ہے۔

اور اداریہ تو ماشاء اللہ ''البدر فی النجوم'' یا ''الروح فی الجسد'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر شمارے میں حالات وتقاضے کے مطابق کسی ایک سلگتے ہوئے مسئلے پر سیر حاصل مواد پیش کرتا ہے۔ اس شمارے میں بھی جمعیت علمائے ہند کی مکاری، سیاسی بازی گیری اور علمائے دیوبند کی سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھوٹی محبت کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ لاریب اہل سنت

وجماعت کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ باطل فرقے کس طرح رنگ روپ بدل کر چیلنج بنتے جا رہے ہیں اور ہم رداءِ غفلت تانے ہوئے ہیں۔ اب بھی کوئی بند باندھنے کی پیش رفت نہ کی گئی تو مستقبل میں جو اس کے مضر اثرات درپیش ہونگے وہ اہل فہم ودانش پر مخفی نہیں۔

مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی کا مضمون "مسلم پرسنل لا دستور ہند اور ہندی مسلمان"، مولانا طارق انور مصباحی کا "مسلم پرسنل لا"، مفتی محمد راحت خاں قادری کا "یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں ملک کو ہندو راشٹریہ بنانے کی سازش"، مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی کا "تین طلاق کا شرعی حکم"، مولانا محمد حبیب علیمی کا "جمیعۃ العلما سے چند سوالات"، اور مولانا عبد الوہاب قادری مصباحی کا "طلاق ثلاثہ سے متعلق ذیشان کی تجاویز اور ان کے خدشات کا علاج" بہت ہی معنی خیز، معلومات افزا، اور محبت وصالح فکر کی خوشبو میں قلم کو بسا کر لکھا گیا ہے۔ تمیذ ملک العلما حضرت مولانا حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی فردوسی کا مضمون "توسل اور ندا بالغیب" توسل کے تعلق سے عقیدۂ اہل سنت کی بہترین ترجمانی اور وہابیت سوز ہے۔ مولانا محمد ارشد نعیمی قادری کا "امام احمد رضا عالم اسلام کے سادات کی نظر میں" بہت خوب ہے مگر اقوال وارشادات کے ماخذ ومراجع کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔

راز دار طریقت حضرت علامہ سید شاہ علقمہ شبلی ابو العلائی کا "انٹرویو" فہم وشعور سے ہم آہنگ، تحقیق وتفکیر کا آئینہ، مومنانہ بصیرت کی عکاس، تحفظ مسلک ومذہب کے تئیں جذبات سے مملو، جماعت کے اندر مار آستین کے لئے ایک للکار اور اعدائے دین کے لئے ضرب کلیم ہے۔ دیگر مشمولات بھی قابل استفادہ ہیں

بلاشبہ "الرضا" صحافتی افق پر ہمارے لئے قابل فخر سرمایہ ہے جو مسلک اہل سنت وجماعت کی ترجمانی میں مشغول ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوام واستحکام عطا فرمائے۔ آمین

اداریہ ملی درد کا آئینہ

مفتی محمد صابر رضا صاحب القادری
القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

فخر صحافت محقق عصر استاذی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دوماہی الرضا انٹرنیشنل نومبر دسمبر کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا الحمد للہ سارے مشمولات تحقیق وتدقیق فکر وشعور سے مملو ہیں خصوصی گوشہ مسلم پرسنل لا موجودہ حالات کے عین مطابق ہے۔ اور یہ سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سے اکابر جمیعۃ العلماء کے تعلقات کا پس منظر مخالفین کے لیے ایک صاف وشفاف آئینہ ہے۔ جمیعۃ العلماء کو چاہیے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور مغالطے میں ڈالنے کے بجائے اپنا تجزیہ کرے اور حقائق کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ لے۔ مضمون کے اخیر میں جمیعۃ العلماء کو آپ نے جو دعوت فکر پیش فرمائی اُس کا ایک ایک سطر آپ کے ملی درد اور داعیانہ فہم فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس شمارے میں خاص کر شیخ طریقت حضرت علامہ سید شاہ علقمہ شبلی ابو العلائی کے انٹرویو نے روح پھونک دی۔ وہ روح حق وصداقت عشق والفت تصوف وتزکیۂ نفس دینی ملی وحدت ویک جہتی مسلک اعلیٰ حضرت سے قلبی وابستگی کی روح ہے۔ جماعتی انتشار کے خاتمے اور صحیح کلیت کے سیلاب کو روکنے کے لیے حضرت شاہ صاحب نے آپ کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "ان کو روکنے کے لیے ایک ہنگامی نشست بلائی جائے جو مرکز اہل سنت بریلی شریف کے تاج الشریعہ کے جانب سے ہو۔ اور وہ خود موجود رہیں اور سارے ایسے خانقاہی حضرات جو صحیح الاعتقاد اور ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت ہیں انہیں ان کی خانقاہ اور دینی خدمات کے اعتبار سے عزت وتکریم ان کی شایان شان پذیرائی کی جائے۔ اور ان سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کمیٹی بنائی جائے۔ .... یا پھر مرکز کے افراد ان حضرات سے جو معتبر خانقاہی یا علمائے کرام ہیں ان سے ملیں اور مشورہ کریں اور عرس اعلیٰ حضرت میں ایسے حضرات کے بے خصوصی اہتمام ہو۔ اور ان سے مثبت گفتگو کا ایک وقت متعین کر کے آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ جب تک لائحہ عمل طے نہیں کیا جائے گا ان حالات پر قابو پانا مشکل ہوگا۔

یہ شاہ صاحب کی ایک اچھی فکر اور ایک اچھا پیغام ہے ضرورت ہے کہ منظم طریقے سے ایسی پیش رفت ہو اور آپ کا سوال سو سالہ جشن امام احمد رضا کو کیسے علمی یادگار اور تاریخ ساز بنایا جائے۔ اس کے جواب میں جو شاہ صاحب نے خطوط کھینچے ہیں وہ بھی قابل عمل ہے۔ شاہ صاحب کے انٹرویو کا ایک ایک جملہ ان کی قابلیت صحیح الاعتقادی اور تصلب فی الدین مسلک اعلیٰ حضرت کے تئیں کافی مستحکم جذبہ اور محبت کا پتہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو

سلامت رکھے۔اوراس کے علاوہ دیگر مضامین بھی بہت خوب ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے زمانے میں ان کے خلیفہ کے حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ نے اسی سرزمین عظیم آباد پٹنہ سے ماہنامہ تحفۂ حنفیہ کے اشاعت کے ذریعے احقاق حق کا جو فریضہ انجام دیا تھا اور رضویت کے فروغ میں قربانیاں دی تھی آج وہی سب کچھ آپ کے نوک قلم سے اور دوماہی الرضا، سہ ماہی رضا بک ریویو کے ذریعے آپ کے ادارت میں ہورہا ہے۔ برسوں کے جمود تعطل کو الرضا نے توڑا ہے اور ایسے بھیانک وقت میں جب کہ ہر طرف انتشار وافتراق برپا ہے الرضا نے ملت بیضا کی صحیح ترجمانی کی ہے اور ہر نو پید فتنہ خاص کر صلح کلیت کی نقاب کشائی کی ہے۔ نقش اول سے آج تک کے سارے شمارے اس حقیقت پر غماز ہے۔ یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ الرضا امت مسلمہ میں دینی ملی بیداری پیدا کرے اور باطل نظریات کے تدارک میں ہر جہت سے معاون ہے اور بلاشبہ سواد اعظم مسلک حق اہسنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان ہے۔ اللہ عزوجل آپ کو اور آپ کے تمام رفقاء کو تادیر سلامت رکھے تاکہ ہم آپ کی تحریروں سے استفادہ کرتے رہیں اور دین وسنیت کا کام ہوتا رہے۔ لوگ گمراہی سے اس ڈھال کے ذریعے بچتے رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

دردمندانہ تشکر نے متاثر کیا

مولانا محمد اشفاق احمد مصباحی
صدر شعبہ حنفی جامعہ سعدیہ عربیہ کاسرگوڈ کیرالا

محب گرامی وقار حضرت ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ!

طول اللہ عمرہ مع الصحۃ والعافیۃ !......سلام مسنون

الرضا "دسمبر ونومبر" کا "مسلم پرسنل لا پر خصوصی شمارہ" آپکی کرم فرمائی کی بنیاد پر تمام تر خوبیوں کے ساتھ باصرہ نواز ھوا۔ وقت وحالات کے مطابق اس خصوصی شمارہ کی اشاعت پر مبارک باد کے مستحق ھیں، یوں تو سبھی مضامین فکر انگیز ومعلوماتی ھیں مگر "الرضا کے ایک سالہ تکمیل پر دردمندانہ تشکر" اور "سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سے اکابر جمیعۃ العلماء کے تعلق کا پس منظر" آپکی ان دونوں تحریروں کا جواب نھیں۔ اول الذکر تحریر میں "جام نور" کی زبردست بے اعتدالی کے باوجود کچھ نمائندہ افراد کی پراسرار خاموشی پر آپ نے جس ھمت وجرأت کے ساتھ سوالیہ نشان لگایا ھے وہ آپ ہی کا حصہ ھے۔ اور ثانی الذکر تحریر کا انداز بیان آپکی عالمانہ ومناظرانہ شان وشوکت کا منہ بولتا ثبوت ھے۔ آپ نے اپنی نوک قلم سے جمیعۃ العلماء کے بلند وبانگ دعوی کا کھوکھلا پن اور قول وعمل کا تضاد ایسے مدلل ومبرہن طریقے سے سپرد قرطاس فرمایا ھے کہ جسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ھو جاتی ھیں اور قلب وروح اور ایمان وعقیدہ کو نئی تازگی ملتی ھے۔ جمیعۃ اگر اپنے اس حالیہ بیان میں سچی ھے تو اس پر لازم ہے کہ بہت جلد اپنے ان تمام اقوال وتحریرات سے توبہ ورجوع شائع کرے جو معتقدات ومعمولات مشائخ چشت اہل بھشت کے خلاف ھیں۔ بصورت دیگر جمیعۃ کا یہ بیان تاریخ میں اس صدی کا سب سے بڑا افراڈ سمجھا جائے گا۔ اسی شمارہ میں حضرت سید شاہ علقمہ شبلی صاحب کے انٹرویو دل کو بہت متاثر کیا۔ یہ ان انٹرویو ان لوگوں کے لئے آئینہ ہے جو اعلیٰ حضرت کو ایک آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سید صاحب نے دکھادیا کہ اہل حق حق کا اظہار اس طرح کرتے ہیں ، انہوں نے واقعی اس انٹرویو سے کتنے دلوں کو فتح کرلیا، اللہ تعالی انہیں سلامت رکھے اور ان سے فیضیاب ہونے کا بھر موقع ہم سب کو عطا فرمائے۔ اخیر میں دعاء ھے کہ مولی تعالی "الرضا" اور اسکی پوری ٹیم کو آقائے دوعالم کے طفیل اپنے حفظ وامان میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور روز فزوں ترقی سے نوازے۔ آمین

تمام سلاسل کے بزرگوں کے نظریات کا تحفظ

سید مسرور حسینی القادری: عمان، متحدہ عرب امارات

الحمدللہ! الرضا انٹرنیشنل حسب معمول نظر نواز ہوا، اور ایک سال باقاعدگی کے ساتھ تکمیل کے مراحل طئے کرنے پر تمام اسٹاف و معاونین کو پرخلوص مبارکباد۔

بین الاقوامی سطح پر اس کی پہنچ قابل ستائش ہے اور یہ رسالہ (بلا مبالغہ) سوشیل میڈیا کا بھرپور فائدہ اٹھا کر تحفظ اہل سنت وجماعت ونشر واشاعت مسلک اعلیحضرت (علیہ الرحمہ) میں مشغول ہے۔ تمام مضامین سے امام اہل سنت کی تعلیمات اور بالخصوص جماعت اہل سنت کے تمام سلاسل کے بزرگان دین کی کاوشوں اور ان کے افکار و نظریات کے تحفظ، کا اظہار ہوتا ہے!

لیکن یہ رسالہ فرقہ ہائے باطلہ اور اس دور کے سب سے بڑے المیہ "صلح کلیت" پر قہر بن کر نازل ہوا ہے اور اس پر اداریہ (مفتی امجد رضا امجد مدظلہ العالی) نے جلتی پر نمک کا کام کیا ہے

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہد و خیر منائیں، نہ شر کریں

اداریہ نے سبھی شماروں میں جان ڈال دی ہے اور پچھلے شمارے میں مشائخین چشت کے متعلق جو اداریہ پڑھنے کو ملا، اس سے بیرون ملک کے کچھ قاری (جو الرضا) کے اس رسالہ کو کسی خاص سلسلہ سے جوڑتے تھے) کو یہ بات نقش کر گئی کہ یہ رسالہ حقیقتاً سواد اعظم اہل سنت کا سچا اور کھرا ترجمان ہے۔ اللہ تعالی اسے خوب ترقی عطاء فرمائے!

نسل نو کا ذہن ساز رسالہ

مولانا قاری اختر رضا قادری
زیب سجادہ خانقاہ تبغیہ اخلاقیہ کھرساہا شریف، سیتامڑھی

اسلاف و اکابر کی روش کا محافظ دوماہی "الرضا" نے اپنی کم مدتی سفر جس تیز رفتاری کے ساتھ مقبولیت حاصل کی ہے یقیناً قابل ستائش اور اس کی اعلی خدمات کی بین دلیل ہے۔ مسلک اعلحضرت علیہ الرحمۃ کی حفاظت وصیانت کی خاطر اس رسالہ میں اب تک جو مضامین شائع ہوئے واقعی چشم کشا اور مخالفین رضا کیلئے لمحہ فکریہ ہیں۔

دوماہی "الرضا" بیک وقت نسل نو کی مثبت ذہن سازی، اکابر و اسلاف کی اکرام نوازی، مسائل شرعیہ کا بیش بہا خزانہ، اور دور حاضرہ میں اتحاد ملت کی ایک آواز ہے۔ ایسے بہت آزاد فکر اشخاص تھے جن کو یہ رسالہ محاسبہ کی دعوت دے رہا ہے۔

اس رسالہ کا بڑی شدت سے انتظار تھا کیونکہ عصر حاضر میں تحریر کے ذریعہ ہی اعتدال کے نام پر مسلک میں آزادانہ روش کو پروان چڑھایا جارہا ہے، جس سے عام طبقہ بے راہ روی کا شکار ہورہا ہے۔ اس رسالہ نے اسی اندوہناک فتنہ کا مکمل سدباب کیا اور دلجمعی کے ساتھ کر رہا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس رسالہ کی مقبولیت وافادیت کو مزید جلا بخشے اور مولانا ڈاکٹر امجد رضا کو حضرت محبوب المشائخ الشاہ تیغ علی علیہ الرحمۃ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند کرے اور انکی اس عظیم خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے، آمین بجاہ سید المرسلین

اداریہ وسعت مطالعہ اور قلم کی پختگی کی دلیل

مولانا ضمیم احمد مصباحی رضوی
شیخ الحدیث دار العلوم اہلسنت احمدیہ بغدادیہ شعر نجی پورہ ناگپور

وقار قرطاس و قلم حضرت ڈاکٹر امجد رضا صاحب امجد

سلام مسنون

جماعت رضائے مصطفی ناگپور کے رکن رکین حاجی غلام مصطفی قادری رضوی کے توسط سے دوماہی الرضا انٹرنیشنل دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہر زاویہ اور ہر جہت سے ایک کامل اور مکمل رسالہ پایا مبارکباد قبول فرمائیں دردمندانا تشکر پڑھا جس کا حرف حرف ایک تجزیہ بھی ہے ایک محاسبہ بھی اور مرگز سے غایت نیازمندی کا واضح ثبوت بھی اللہ عزوجل اس نعمت سرمدی کی حفاظت فرمائے۔

جمیعۃ العلماء کے حالیہ بیان پر جو تجزیاتی تحریر ہے اس کی ایک ایک سطر آپ کے وسعت مطالعہ اور قلم کی پختگی پر شاہد عدل ہے اللہ عزوجل مزید پختگی عطا فرمائے توسل اور ندا یا الغیب پر قیمتی مضمون پڑھا جسے اس شمارہ کی جان کہ سکتے ہیں اللہ عزوجل فاضل مضمون نگار کو بیکراں رحمتوں سے نوازے اسلاف کے روایات و اقدار کے امین حضرت علامہ سید شاہ علقمہ شبلی ابو العلائی سے کیا گیا انٹرویو انتہائی مفید اور اہمیت کا حامل ہے پروردگار عالم ان کا سایۂ کرم دراز فرمائے

مولانا طارق انور مصباحی کا قلم بھی خوب رواں دواں قلم ہے لکھتے ہیں اور کیا خوب لکھتے ہیں مولی عزجل اس کارواں کو میر کارواں کے ساتھ حفظ و امان میں رکھے اور مرکز عشق وفا مرکز عقیدت کے ساتھ مضبوطی وابستہ رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔

الرضا اپنی نوعیت کا منفرد وممتاز رسالہ

کلیم اشرف رضوی
متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

مدیر محترم ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رسالہ "الرضا" کے دو تین شمارے محترم ابوہریرہ رضوی (رام گڑھ) کی کرم فرمائی سے ناچیز کو دستیاب ہوئے۔ سب سے پہلا شمارہ

میں نے ٹیلی گرام سے اپلوڈ کر کے پڑھا۔ پہلے شمارے کے مطالعہ سے ہی میرے دل میں اظہار خیالات کا شوق پیدا جس کی تکمیل اب ہو رہی ہے۔ ابتدائی شمارے میں شامل آپ کا اداریہ "جماعتی انتشار کا ذمہ دار کون؟" میں نے کئی بار پڑھا، ہر بار نئے ذائقے کا احساس ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہوا کہ یہ رسالہ "روشن خیالوں" کے لیے باعث اذیت ہوگا اور آپ کے پے در پے کئی فکر انگیز اداریوں نے میرے اندازے کی تصدیق بھی کر دی۔ ویسے تو اس رسالہ کو بہت پہلے وجود میں آ جانا چاہیے تھا، لیکن شاید اسے "دیر آید درست آید" کا مصداق بننا تھا، سو ویسا ہی ہو۔ آپ نے پہلے شمارے کے اداریے میں جس جرأت و بے باکی سے مدیر "جام نور" کو للکارا ہے، یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اس کے لیے میری طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک باد۔ دوسرے شمارے کا اداریہ "تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک" اس نے بھی قارئین کے درمیان خوب خوب پذیرائی حاصل کی اور تحریک ندوہ اور جام نور کے خطرناک مشن سے عوام اہلسنت کو روشناس کرایا ہے۔ یہ رسالہ جس جرأت اور حق گوئی کے ساتھ قدم بڑھا رہا ہے اگر اسی طرح گامزن رہا تو ایک نہ ایک دن مخالفین اور معترضینِ اعلیٰ حضرت کو ضرور احساس ہوگا کہ حق کیا ہے اور وہ اعلیٰ حضرت کے خلاف بولنا تو کیا سوچنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ یقیناً یہ اپنی نوعیت کے منفرد و ممتاز رسالوں میں سے ایک ہے اور کیوں نہ ہو جس کے سر پر مرشد طریقت حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کا ہاتھ ہو اُسے مقبولیت سے کون روک سکتا ہے اور پھر جس رسالے کو ڈاکٹر امجد رضا امجد جیسے بے باک مدیر ترتیب دے رہا ہو اور جس کی ادارتی و مشاورتی ٹیم میں مفتی راحت خان قادری بریلوی، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نعیمی، مفتی شعیب رضا نوری بریلوی اور مولانا قمر الزماں مصباحی مظفرپوری جیسے جیالے شامل ہوں، وہ رسالہ کیوں نہ کامیابی کی طرف قدم دراز کرے۔

اللہ رب العزت اسی طرح اس رسالے کو مقبول سے مقبول ترین بنائے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام کی نسبت سے اس کو رضویات کے فروغ کا ذریعہ بنائے، کیونکہ رضویات کا فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ درحقیقت جماعت اہلسنت کا فروغ ہے۔ اخیر میں اس رسالے کے مدیر اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ گذارش بھی کرتا ہوں کہ اگر یہ رسالہ مدیر محترم ناچیز کے نام سے جاری فرما دیں تو بہت مہربانی ہوگی۔

الرضا میں اچھے مضامین آ رہے ہیں!

ابوہریرہ رضوی

متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

مدیر مکرم جناب ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علامہ کی روح آپ سے بڑی خوش ہو رہی ہوگی۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج اشاعت کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ انھیں کا پوتا آج اسلاف بیزاری پر اتر آیا ہے۔ (جس نے جام نور کے ذریعہ صلح کلیت کو فروغ دے رکھا ہے۔ اور غیروں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے) خدا خیر کی توفیق دے خوشتر کو۔

جام نور کے بے لگام قلم کاروں کا احتساب ضروری تھا۔ آپ نے الرضا کو جاری کر کے اچھا کام کیا ہے۔ اس سے ان کے کالے کارنامے سے پردے اٹھ رہے ہیں۔

جام نومبر میں "بانگ درا" کی طرف آپ نے نومبر دسمبر کے شمارے میں لوگوں کی توجہ مبذول کرائی ہے، جس میں دھڑلے سے غیروں کے افکار کو چھاپ رہے ہیں اور سیدھے سادھے لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے۔

وہ دن دور نہیں جب انھیں مزید ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، کیوں کہ کل تک جو لوگ ان کی تعریف کر رہے تھے آج وہی ان کے خلاف لکھنے اور بولنے پر مجبور ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ حق کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

ماشاءاللہ الرضا میں اچھے مضامین آ رہے ہیں، بالخصوص آپ کا اداریہ اور انٹرویو تو میں بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ حالات حاضرہ کے مطابق بھی مضامین آ رہے ہیں یہ بہت اچھی بات ہے اسے جاری رکھیں۔

آپ کی پوری ٹیم بالخصوص مولانا غلام سرور صاحب کو میری طرف سے مبارک باد۔ آپ اسی طرح کام کرتے رہیں، رضویات کو خوب خوب فروغ دیں، اللہ تعالیٰ آپ کے حوصلے کو سلامت رکھے اور الرضا کو تادیر جاری وساری رکھے۔ آمین۔

مسئلۂ امتناعِ نظیر: ایک جائزہ

مفتی محمد ناظر اشرف قادری صاحب: بانی دارالعلوم اعلیٰ حضرت ناگپور

تعدد خاتم النبیین محال بالذات ہے۔قدرت باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ کا تعلق ممکنات وجائزات سے ہے۔واجب لذاتہ اور محال بالذات سے ہرگز نہیں۔

خاتم النبیین کی مثیل ونظیر کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی کریم ،رؤف ورحیم ،شفیع مذنبین ،نور مبین ﷺ کا کوئی دوسرا فرد جمیع اوصاف کمالیہ میں سہیم وشریک ہو۔اس کو تسلیم کر لینے کی صورت میں خبر الٰہی کا کذب لازم آئیگا اور کذب باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ وجل جلالہ محال بالذات ہے ۔ارشاد ربانی ہے ۔ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔لہٰذا وصف خاتمیت میں شرکت من حیث ھی ھی ناممکن ومحال بالذات ہے۔المعتقد المنتقد ص ۱۲۸ر پر سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ رحمۃ الباری عزّ اسمہ فرماتے ہیں کہ۔فکون النبی بعد خاتم النبیین ممتنعاً ذاتیاً ومحالاً عقلیاً ظاھرٌ۔یعنی حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی نبی کا ہونا ممتنع بالذات ومحال عقلی ظاہر ظہور ہے ۔المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد ص ۱۲۶ر پر امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ۔وان بطل فی تعدد خاتم النبیین لان الاخر بالمعنی الموجود ھھنا لا یقبل الاشتراك عقلاً ـــــــــــ یعنی خاتم النبیین کے مفہوم میں تعدد کا امکان ذاتی بھی باطل ہے۔اس لئے کے آخر بالمعنی الموجود (فی الخارج) اس مقام میں عقلاً اشتراک کو قبول نہیں کر سکتا ہے ۔تہذیب ص ۱۲ر پر علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں کہ۔المفھوم ان امتنع فرض صدقه علیٰ کثیرین فجزئی والافکلی۔پھر اقسام کلی اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ۔امتنعت افرادہ او امکنت ولم توجد او وجد الواحد فقط مع امکان الغیر او امتناعه اوالکثیر مع التناھی او عدمه۔

(۱) یعنی کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کا وجود ممتنع بالذات ہو جیسے شریک باری تعالیٰ عزّ اسمہ

(۲) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کا وجود ممکن ہو لیکن کوئی فرد نہ پایا جائے جیسے عنقاء

(۳) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے بہت سے افراد ممکن ہوں مگر صرف فرد واحد ہی پایا جائے جیسے شمس وقمر

(۴) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں صرف فرد واحد ہی پایا جائے۔فرد واحد کے علاوہ دوسرے فرد کا وجود ممتنع بالذات ہو جیسے واجب الوجود۔

(۵) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کثیر ہوں مگر متناہی ہوں جیسے خلفائے راشدین۔ائمہ اربعہ۔۔۔

(۶) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کثیر ہوں اور غیر متناہی ہوں اس کی دو صورتیں ہیں

(الف) تقف عند حد جیسے انسان،حیوان (ب) لا تقف عند حد جیسے معلومات باری تعالیٰ عزّ اسمہ۔

کلی کی متذکرہ بالا اقسام چھ میں منحصر ہیں۔اور یہ حصر استقرائی نہیں بلکہ حصر عقلی ہے۔مگر قسم رابع ایسی کلی ہے کہ فرد واحد ہی میں منحصر ہے ۔اس کے علاوہ دوسرے فرد کا وجود ممتنع بالذات ہے (اگرچہ "امکنت" کے تحت داخل۔اور امکنت "امتنعت" کے مقابل۔لیکن اس مقام پر امکان سے مراد امکان عام مقید بجانب الوجود ظاہر۔یعنی سلب ضرورت عدم اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے فرد کا عدم ممتنع الانفکاک ہے۔تو ثابت ہوا کہ واجب الوجود لذاتہ فرد واحد میں منحصر ہے)

خاتم النبیین بھی کلی کی اسی قسم رابع میں داخل ہے کہ فرد واحد کے سوا کوئی دوسرا فرد خاتم النبیین نہیں ہو سکتا ورنہ خاتم النبیین ،خاتم النبیین

نہیں رہے گا جیسے واجب الوجود کے سوا، اگر کوئی دوسرا فرد واجب الوجود ہو یعنی دوسرا خدا ہو تو واجب الوجود، واجب الوجود نہیں رہے گا ارشاد ربانی ہے۔ لَوْكَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (پ ۱۷ ر کوع ۲)
لہذا ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثیل ونظیر جملہ اوصاف کمالیہ میں ناممکن ومحال بالذات ہے۔

توضیح بلیغ و تنقیح انیق کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا وجود سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مثیل ونظیر مان لیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں؟ یعنی وہ دوسرا وجود خاتم النبیین ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں؟ تو خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا۔ اور اگر وہ دوسرا وجود بھی خاتم النبیین ہو تو بر ایں تقدیر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوں گے یا نہیں؟ اگر نہیں؟ تو پھر بھی خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا۔ اور اگر دونوں خاتم النبیین تسلیم کئے جائیں۔ تو دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے یا یکے بعد دیگرے؟ اگر ساتھ ساتھ ہو تو دونوں میں معیت پائی جائے گی۔ اسی لئے دونوں میں سے کسی فرد پر خاتم النبیین پر اطلاق درست نہیں ہوگا (اس لئے کہ آخر ایک ہی ہوگا) اور اگر یکے بعد دیگرے ہوں تو یہ دوسرا وجود سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا یا پہلے؟ اگر دوسرا وجود بعد کو ہو، تو سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں ہوں گے (تکذیب کلام باری تعالی لازم) اور پھر بھی خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا۔ اور اگر پہلے ہو تو یہ وجود ثانی خاتم النبیین نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس صورت میں خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا۔ تو بہر حال یہ تسلیم کئے بغیر چارۂ کار نہیں کہ خاتم النبیین صرف اور صرف فرد واحد ہی میں پایا جا سکتا ہے۔ فرد واحد کے سوا کسی دوسرے فرد کا وجود خاتم النبیین کے لئے قطعاً ناممکن ومحال بالذات ہے۔ اور قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ حضور ہادی اعظم، کریم السجایا، جمیل الشیم، نبی البرایا، شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم، ہی خاتم النبیین ہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مثیل ونظیر محال بالذات ہے۔

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ یعنی اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے، لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثیل، ونظیر پر بھی قادر ہے ورنہ قدرت میں کمی آجائیگی، یہ جہالت وسفاہت پر مبنی ہے اور عقیدۂ اہلسنت کے صراحتاً خلاف ہے۔ کیونکہ کتب عقائد میں مصرح ہے کہ ممتنعات اور واجبات اللہ تعالی کے زیر قدرت نہیں۔ صرف ممکنات وجائزات زیر قدرت ہیں۔ اس لئے کہ جو امور زیر قدرت ہیں یا تو من جهة الايجاد ھیں یا من جهة الاعدام۔ اور "ممتنعات" اگر من جهة الايجاد زیر قدرت تسلیم کئے جائیں۔ تو وہ ممتنعات نہیں رہیں گے۔ بلکہ ممکنات میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اگر "ممتنعات" من جهة الاعدام، زیر قدرت تسلیم کئے جائیں تو تحصیل حاصل لازم آئیگی۔ کیونکہ وہ سب معدوم ہی رہیں گے اور یہ دونوں محال ہیں۔ وبعكسه يجري في الواجب۔

یہ بات خوب ذہن نشیں کرلیں کہ اگر "ممتنعات" تحت قدرت باری تعالی داخل نہیں تو اس سے اللہ تعالی کا عجز لازم نہیں آتا اور نہ قدرت کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ "ممتنعات" میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ وہ تحت قدرت داخل ہوں۔ بلکہ کمال قدرت یہی ہے کہ "جمیع ممتنعات" دائرۂ قدرت سے خارج ہوں مثلاً جیسے خوشبو کو دیکھ نہیں سکتے۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھا جائیگا کہ آپ کی نظر میں ضعف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خوشبو میں صلاحیت ہی نہیں کہ اس کو آنکھ دیکھ سکے، اسی طرح اگر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مثیل ونظیر تحت قدرت باری تعالی نہ ہو تو اس سے قادر مطلق کا عجز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں تحت قدرت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ (مزید معلومات کے لئے امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہٗ کے فتاوے اور خصوصاً جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة۔ سبحان السبوح عن عيب كذب مقبوح وغیرہ کا مطالعہ کریں)

میں اب آخر میں صرف ایک متفق علیہ حدیث بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ پیش کرتا ہوں جو ص ۵۱۱ پر مندرج ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ قال رسول الله مثلي ومثل الانبياء كمثل قصرٍ احسن بنيانه ترك منه موضع لبنةٍ، فطاف به النظّار يتعجبون من حسن بنيانه الّا موضع تلك اللبنة فكنت انا سددت موضع اللبنة ختم بي البنيان وختم بي الرسل وفي روايةٍ فانا اللبنة وانا خاتم النبيين (متفق عليه)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال اس عمارت کی سی ہے، جو نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ہو، لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو، لوگ اس کے ارد گرد گھومتے ہوں اور عمارت کی خوبصورتی اور دیدہ زیبی پر خوش ہوتے ہوں لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیرت زدہ ہوں، تو میں اس اینٹ کی جگہ پُر کرنے والا ہوں اور اس عمارت (نبوت کی عمارت) کو مکمل کرنے والا ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔ جب سید العالمین ﷺ سلسلۂ نبوت کی آخری اینٹ کی حیثیت سے عمارت نبوت کو مکمل فرمانے والے ہیں، تو اب کوئی دوسرا فرد آخر کیسے ہو سکتا ہے ؟ جب کہ ایک روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ میں نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔ اس حدیث پاک سے بھی واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے بعد دوسرے جدید نبی کا آنا یعنی پیدا ہونا ممکن ومحال بالذات ہے وقَالَ اللہُ تَعَالیٰ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (پ ۲۷/سورۂ حدید رکوع ۱۷)

امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر اُسی
کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

(**بقیہ یادرفتگاں**) زرخیز خطہ ہے۔ حضرت مفتی عتیق الرحمان صاحب علیہ الرحمہ حضرت صدر الافاضل کے شاگرد اور عزیز مرید بھی تھے۔ آپ پر حضرت صدر الافاضل کی بڑی شفقتیں اور مہربانیاں تھیں یہی وجہ تھی کہ اس علاقے میں جب حضرت بابائے ملت نے ایک ادارہ قائم کیا تو اس کی سنگ بنیاد کے لیے اپنے استاذ محترم حضرت صدر الافاضل کو بلایا، یہ ادارہ دارالعلوم عتیقیہ انوار العلوم آج بھی بڑا تعلیمی مرکز بنا ہوا ہے۔ تب سے ہی یہ علاقہ فیضانِ صدر الافاضل سے سیراب ہو رہا ہے۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے بعد رہنمائے ملت حضرت علامہ سید اختصاص الدین نعیمی نے اس خطے کو اپنی تبلیغ واصلاح کا مرکز بنایا اور آپ کے وصال پر ملال کے بعد حضرت عرفان میاں صاحب قبلہ نے اس علاقے کو نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ آپ تو یہیں کے ہو کر رہ گیے۔

وصال پر ملال:

۲۴، ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق 24 دسمبر بروز ہفتہ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا محو مطالعہ تھا کہ نبیرۂ صدر الافاضل نجم العصر حضرت علامہ سید نظام الدین نعیمی صاحب کا میسیج وانس اپ پر موصول جس میں آپ نے یہ غم ناک خبر دی:

"کہ ابھی کچھ وقت پہلے ہی حضرت عرفان چچا کا مرادآباد میں انتقال پر ملال ہو گیا ہے۔" میسج پڑھتے ہی بے اختیار حضرت کا چہرہ نگاہوں میں گھوم گیا، کلمہ ترجیع زبان سے نکلا اور پھر دیگر احباب کو بھی اس غم ناک خبر سے مطلع کیا۔ وصیت کے مطابق حضرت کی تدفین موضع گنوریہ تلشی پور ضلع گونڈہ میں واقع خانقاہِ نعیمیہ میں اتوار کے روز کی گئی۔ نماز جنازہ آپ کے برادر زادہ شیخ طریقت حضرت مولانا سید انعام الدین نعیمی سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ مرادآباد نے پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں خلق خدا کا کثیر ہجوم امڑ آیا حضرت مولانا نور محمد نعیم القادری کے مطابق قریب ڈیڑھ دو لاکھ کا مجمع تھا۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل مغموم تھا۔ نم آنکھوں اور بے چین دلوں کی آہوں کے درمیان حضرت صدر الافاضل کے باغ کے اس پھول کو سپرد زمین کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ضرورت ہے!!

الرضا انٹرنیشنل پٹنہ کے لئے ایک سنی صحیح العقیدہ غیر منہاجی وغیر سراوی منیجر کی ضرورت ہے، خواہشمند حضرات ادارہ سے رابطہ کریں۔ تنخواہ معقول ہوگی اور عالم ہوں تو ہر اعتبار سے ان کو ترجیح بھی دی جائے گی۔

مضمون نگار حضرات

اپنے مضامین کمپوز شدہ اور ۵/صفحات میں محدود ارسال کریں، صفحات زیادہ ہوں گے تو قطع وبرید کا اختیار ہوگا مضامین ارسال فرما کر اشاعت کے لئے پریشر نہ بنائیں۔

توسل اور ندا بالغیب

تلمیذ ملک العلما حضرت مولانا حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی فردوسی:
فاضل الہیات، سجادہ نشین خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ، پٹنہ

گذشتہ سے پیوستہ:

دوسروں کی آواز تک رسائی کی صورت اور عالم برزخ سے سماعت وادراک روح کی حقیقت

ایئے آپ کو آواز سے متعلق ایک ایسا نظریہ (تھیوری) سناؤں جو آج اور اب ان فلسفیوں سائنٹسٹ لوگوں کا نظریہ ہے۔ مگر ایک مرد مومن آج سے سات آٹھ سو سال قبل جس کو اپنی کتاب میں لکھ گیا ہے۔

اما الحروف اللفظية فانها تشكل فى الهواء ولهذا متصل بالسمع على صورة ما نطق به المتكلم وهذه الحروف لايزال الهواء يمسك عليها بشكلها

اور چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:

والجو كله مملوء من كلام العالم يراه صاحب الكشف صورة قائمة۔ (فتوحات مکیہ جلد اول علامہ شیخ اکبر ابن عربی)

ترجمہ: متکلم جو کچھ بولتا ہے وہ ہوا (فضا) سے زائل نہیں ہوتا بلکہ وہ سب منطوق وملحوظ فضا میں سماعت کے لائق ہی رہتا ہے جس کو اسی حالت میں فضائے بسیط روکے ہوئے ہے اور امانت رکھے ہوئے ہے۔ ساری فضا ان بولے ہوئے کلاموں سے معمور ہے جس تک صاحب طاقت وصلاحیت کی رسائی ممکن ہے۔

اور اسی پر اس وقت یہ آواز کی نقل وحرکت کی بنیاد قائم ہے۔ اور قطعاً بعید نہیں کہ مستقبل قریب میں ہماری کھوئی ہوئی آواز فضا سے واپس لائی جاسکے گی۔ حاشا وکلا نہیں بھی مسلمات مذہبیہ ومعتقدات دینیہ سے اس کا کوئی بھی تصادم نہیں بلکہ اس سے اور ان شاء اللہ تائید ہی حاصل ہوگی اور قرآن کی اس آیت مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید (۲۶/۱۶) کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکے گا کہ۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

اب ان تصریحات کے بعد یہ سوال تو پیدا ہی نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ تک میری آواز وصدا کا پہونچنا محال یا خارج از عقل ہے اور اس قدر مسافت وبعد مکانی کے بعد آپ تک میری آواز کیسے پہنچ سکتی ہے؟ ہاں یہ سوال ضرور رہ جاتا ہے اور غالباً یہی کہا بھی جاتا ہے کہ بعد وفات آپ میں سننے کی طاقت بھی باقی ہے یا نہیں اور آپ اب بعد از وفات اس لائق بھی رہے یا نہیں کہ آپ کی ذات مقدس کو مخاطب بنایا جاسکے۔ چونکہ یہ شبہہ اور خیال بہت زیادہ مسئلہ حیات النبی علیہم السلام سے متعلق ہے اور اس مسئلہ پر عزیز محترم مولانا شاہ عون احمد صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''نعمت کبریٰ'' موجود ہے۔ اور عزیز موصوف نے اس مسئلہ پر سیر حاصل اور تشفی بخش کتاب لکھ دی ہے۔ اس لیے مزید اس مسئلہ پر قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اب اس موقع پر ایک دوسرے رخ سے کچھ عرض کرنے کی جرأت چاہتا ہوں اور بسبیل تنزل یہ تسلیم کر لینے کے بعد بھی کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کا جسم مقدس مزار شریف میں باقی نہ سہی مگر جمیع فرق اسلامیہ کا یہ تو مسلمہ ومتفقہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور وہ نہیں مرتی اور اسی معنی میں اسے ابدی کہتے ہیں۔ جسم باقی نہ سہی روح باقی رہتی ہے۔ اور سماعت وبصارت علم وغیرہ کا تعلق چونکہ اسی سے ہے اس لیے میری مخاطبت بھی اسی سے سمجھی جانی چاہیے۔ پھر کوئی استحالہ ہی باقی نہیں رہتا۔ فرق اسلامیہ کیا دیگر مذاہب کے یہاں بھی یہی عقیدہ پایا جاتا ہے افلاطون کہتا ہے کہ نیک آدمیوں کی روح خبیث روحوں میں میں جاملتی ہے اور ابدی عذاب میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ (ملل ونحل جلد دوم ص ۳۳، ۳۴) بلکہ اس لاابہیت کے دور میں بھی یورپ کے فلاسفر اور عقلا جو ہر چیز کو تجربہ ومشاہدہ کی عینک سے دیکھنے کے

خوگر ہیں وہ بھی اب تجربہ کے بعد کہہ اوٹھے کہ "روح جسم سے جداگانہ ایک چیز ہے" اور اس کے قویٰ اور ادراکات بالکل الگ ہیں۔ روح سینکڑوں کوس سے بغیر حواس کی وساطت کے ایک چیز کو دیکھ سکتی سُن سکتی ہے روح واقعات آئندہ کا ادراک کرسکتی ہے روح کوسوں تک اپنا اثر پہنچا سکتی ہے۔ ۱۸۶۵ء میں جو بمقام لندن اس خصوص میں پہلی کانفرنس ہوئی تھی اس کے بعد بھی متعدد ممالک میں اس مسئلہ پر متعدد کانفرنسیں ہوتی رہیں اور ریسرچ ہوتا رہا اور یورپ کے یہ عقلا اسی نتیجہ پر پہونچے جو میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ جس کی کچھ تفصیل معہ حوالہ جات اور ان مفکرین کے ناموں کے علاوہ شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی کتاب الکلام حصہ دوم میں دے دی ہے وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان سترہ اجلاس کے متعلق جو اس وقت تک ہو چکے تھے حوالہ دیتے ہوئے علامہ شبلی مرحوم لکھتے ہیں کہ ان سینکڑوں شہادتوں کو اگر نقل کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

ممکن ہے کہ آپ یہ فرمائیں کہ یہ تو یونان و یورپ کے مفکرین و فیلسفون کا خیال یا نظریہ ہے۔ علماء اسلام اور متکلمین کا اس بارے میں شاید یہ خیال نہ ہو تو میں عرض کروں گا کہ ان لوگوں کے افکار و خیالات معلوم کرنا چاہتے ہوں تو کتاب الروح ابن قیم کی شرح الصدور علامہ سیوطی کی کتاب من عاش بعد الموت ابن ابی الدنیا کی ملاحظہ فرمائی جائے۔ یوں تو شیخ الاشراق غزالی رازی، ابن عربی، بوعلی سینا وغیرہ نے بھی اس مسئلہ پر بہت کچھ لکھا ہے اگر ان شہادتوں اور حوالوں کو نقل کیا جائے تو یہ مقالہ بہت طویل ہوجائے گا۔ اس لیے اسے تو قلم انداز کرتا ہوں۔ ہاں مشتے نمونہ از خروارے دو تین حوالوں پر اکتفا کروں گا۔ سب سے پہلے یہ ملاحظہ فرمایئے کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق اس عالم سے قائم بھی رہتا ہے یا نہیں۔ ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ، (یہ مضمون عالم برزخ کے احوال میں اور ارواح انسانی کے ذکر میں ہے)

فاذاما انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجه فلحق بالملائکته وصار منهم والهم کالها معهم وسعیٰ فیما یسعون فیه وفی الحدیث راءئت جعفر بن ابی طالب ملکایطیر فی الجنة مع الملائکة بجناحین وربما اشتغل هو الاء باعلاء کلمة الله ونصر حزب الله وربما کان لهم لمة (ا نزول) خبر بابن ادم وربما اشتقاق بعضهم الی صورة حسیة اشتیاقا شدیدا انا شامن اصل جبلة فقرع ذلك بابا من المثال واختلطت قوة منه بانسمة الهوائة وصار کالجسد النورانی وربما اشتیاق بعضهم الی مطعوم ونحوه فامد فیما اشتهیٰ قضاء شوقیه الخ۔

ترجمہ: پس جب وہ مرجاتا ہے اور سب علاقے جسمانی ٹوٹ جاتے ہیں اور اپنی اصلی طبیعت کی طرف رجوع کرتا ہے (یہاں سے ارواح طبیعات کا صرف ذکر ہے) تب ملائکہ میں مل کر انہیں میں کا ہوجاتا ہے۔ اور انہیں کے الہامات اس کو ہونے لگتے ہیں اور انہیں کا کام کرنے لگتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کی صورت میں اور دو بازوؤں سے جنت میں اڑتے دیکھا ہے اور کبھی اس صنف کے لوگ اعلاء کلمۃ اللہ اور مدد حزب اللہ میں مصروف ہوجاتے ہیں اور کبھی ابن آدم کے دل پر نیکی کے خیالات القا کرتے ہیں اور کبھی ان میں سے بعض لوگ اپنے جبلی شوق سے صورت جسمانی کی طرف نہایت شائق ہوتے ہیں۔ تو مثال کا دروازہ کھل کر ان کی روح ہوائی میں ایک نوع کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ تب وہ ایک نورانی جسم سا بن جاتا ہے اور کبھی یہ لوگ کھانے وغیرہ کی چیزوں کی طرف رغبت کرتے ہیں تو ان کو وہاں سے ایسی چیزیں ان کی خواہش پوری کرنے کو ملتی ہیں۔

(ترجمہ از مولانا عبدالحق دہلوی صاحب، تفسیر حقانی)

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ اسی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

بینما انا جالس ذات یوم بعد صلاۃ العصر متوجها الی الله تعالیٰ اذظهرت روح النبی وهشیتنی من فوقی بشئی الی انه ثوب القی الی ونفث فی روعی۔ (انفز)

ایک دن میں بعد نماز عصر مراقب بیٹھا تھا کہ یکایک نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی روح مبارک مجھ پر طاری ہوئی اور ایک کپڑا سا مجھ پر ڈالا گیا اور الہام ہوا۔

اب کچھ اقتباس انہیں کی کتاب فیوض الحرمین سے پیش کرتا ہوں۔ اصل کتاب عربی اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کا وہ ترجمہ جو مولانا پروفیسر محمد سرور صاحب نے جامعہ نگر دہلی سے طبع کرایا ہے اس سے نقل کرتا ہوں۔

(آٹھواں باب، ص ۱۱۱) (مشاہدہ) تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انسانوں کی روحیں جب اپنے بدنوں سے جدا ہوتی ہیں تو اس سے ایک تو ان کی بہیمی قوت میں قدرے کمی ہوجاتی ہے اور دوسرے ان کی ملکی قوت اور ترقی کر جاتی ہے اور نیز ان روحوں نے اس دنیا کی

زندگی میں جو کمالات حاصل کیے تھے۔ وہ کمالات ان روحوں کے ساتھ بدن چھوڑنے کے بعد مستقل طور پر ملحق ہوجاتے ہیں۔

نواں باب (ص ۱۱۶) میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو میں نے آپ کی روح مقدس کو ظاہر وعیاں دیکھا اور عالم ارواح میں بلکہ عالم محسوسات سے قریب جو عالم مثال ہے میں نے اس میں آپ کی روح کو دیکھا چنانچہ اس وقت میں سمجھا کہ عوام مسلمانوں کا یہ جو کہنا ہے کہ نبی ﷺ نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور نمازیوں کے امام بنتے ہیں اور اسی قبیل کی جو وہ باتیں کہتے ہیں وہ سب اسی نازک مسئلہ کے متعلق ہیں۔

آگے پھر لکھتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے نبی ﷺ کے بلند مرتبہ اور مقدس قبر کی طرف بار بار توجہ کی تو آپ میرے مبارک دیکھاتے ہیں جو آپ کی اس دنیا کی زندگی میں بھی اور آپ مجھے اپنی یہ صورت اس حالت میں دیکھاتے رہے تھے۔ جبکہ میری تمام توجہ آپ کی روحانی زیارت کی طرف تھی نہ کہ آپ کی جسمانیت کی طرف۔ اس سے میں نہ یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی روح جسمانی شکل میں صورت پذیر ہوسکتی ہے۔ چنانچہ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف آپ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے۔ بیشک انبیاء کو اوروں کی طرح بہت نہیں آتی۔ وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں اور انہیں وہاں زندگی نصیب ہوتی ہے۔

الغرض اس حالت میں میں نے آپ پر درود بھیجا تو آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور مجھ سے خوش ہوئے اور میرے سامنے ظہور فرمایا۔ آپ کا اس طرح لوگوں کے سامنے آنا اور آپ کی روح کا فضا میں جاری وساری رہنا بیشک نتیجہ ہے آپ کی اس خصوصیت کا کہ آپ سب حیاتوں کے لیے باعث رحمت بن کر مبعوث ہوئے تے۔

بارہواں باب (ص ۱۴۲) مدینہ منورہ میں قیام کے دوران میں بالجملہ میرے ساتھ یہ اکثر ہوا کہ جب بھی میں نبی ﷺ کی قبر کی طرف متوجہ ہوا میں نے آپ کو حاضر وظاہر پایا۔

سولھواں باب (ص ۱۶۱) میں رسول اللہ ﷺ کے حضور میں کھڑا ہوا اور میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور بڑی عاجزی سے میں نے آپ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے۔

سترہواں باب (ص ۱۶۳) رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود بنفس نفیس سلوک کے راستہ پر چلایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے میری تربیت فرمائی چنانچہ میں آپ کا اویس اور براہ راست آپ کا شاگرد ہوں اور اس معاملے میں میرے اور آپ کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی روح اقدس کے دیدار سے مشرف فرمایا (پھر آگے لکھتے ہیں) اسی ضمن میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح تو محسوسات تک کو بھی خوب جانتی ہے۔

چوبیسواں باب (ص ۱۸۷) میں نے معلوم کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور ان سے توسل علماء حدیث اور جو لوگ کہ ان کے زمرے میں ہیں ان کے لیے ہے۔

چودہواں باب (ص ۱۵۷) میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مثالی صورت میرے سامنے سے غائب ہوگئی اور اس کی بجائے آپ کی روح کی حقیقت ان تمام لباسوں سے جو اس نے پہن رکھے تھے۔ یہاں تک کہ تسے کے بعض اجزا سے بھی منزہ اور مجرد ہوکر میرے سامنے تجلی پذیر ہوئی۔ اس وقت میں نے آپ کی روح کو اسی طرح پایا جس طرح۔۔۔۔ بعض اولیا متقدمین کی روح سے ملتی جلتی ایک مجرد صورت ظاہر ہوئی اور اس وقت میں نے اس قدر جذب وشوق اور رفعت وبلندی کا مشاہدہ کیا کہ زبان اس کو بیان نہیں کرسکتی۔

اب اس خصوص میں دو ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عن قتادة عن رسول الله عليه الصلوٰة والسلام اذا ولی احدکم اخاه فليحسن کفنه فانهم يتزاورون فی قبورهم (ترمذی وابن ماجہ) ترجمہ: ترمذی وابن ماجہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی مردہ کو کفن دو نوں اچھا کفن دو۔ اس لیے کہ وہ اپنی قبروں میں گھومتے ہیں۔

یہ دوسری حدیث بھی ترمذی کی ہے اور جس کی انہوں نے تحسین بھی کی ہے نیز حاکم اور بیہقی نے بھی حضرت عباس سے روایت کی ہے کہ:

قال ضرب بعض اصحاب النبی خباءه علی قبر وهو لا يحسب انه قبر واذا فيه انسان يقرء سورة الملك حتی ختمها فاتی النبی صلی الله عليه وسلم فاخبره فقال رسول الله هی المنجية هی المانعة تنجيه من عذاب القبر۔ ترجمہ: بعض اصحاب النبی ﷺ نے ایک قبر پر جس کا علم پہلے سے ان لوگوں کو نہ تھا ایک خیمہ نصب کیا جس کے اندر سے بعد کو سورہ ملک کے پڑھنے کی آواز کسی انسان کی سنی گئی اور پورے سورہ پڑھنے کی آواز تھی اس واقعہ کی خبر جب آنحضرت ﷺ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ سورہ عذاب قبر سے مانع اور نجات دینے والی ہے۔

تیسرا واقعہ ملاحظہ ہو جو طبرانی نے اور ابوبکر نے معرفت صحابہ

میں روایت کیا ہے جس کو اہبان کی بیٹی نے ابو عمر تسنمی سے بیان کیا تھا کہ اہبان نے وقت موت وصیت کی تھی کہ اس کو کفن میں قمیص نہ دی جائے قالت فابسناہ قمیصہ فاصبحنا والقمیص علی الشجب (یعنی ہم لوگوں نے غلطی سے کفن میں اس کو قمیص پہنا دی صبح کو ہم لوگوں کو وہی قمیص تپائی پر رکھی ہوئی ملی)

اس روایت کی روشنی میں یہ تو معلوم ہو گیا کہ روح جسم سے الگ ہونے کے بعد بھی ہلاک، علم، بصیر وغیرہ سب کچھ ہوتی ہے بلکہ اس کی قوت بصارت، قوت علم، قوت سماعت مختصر یہ کہ اس کی قوت فعالیہ وانفعالیہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ تیز تر ہو جاتی ہے۔ اس لیے اب اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ یہ بھی معلوم کیا جائے کہ روح تک آواز پہنچنے کے لیے کسی واسطہ، کسی ذریعہ کسی ٹیلیفون۔ لاسکی ٹیلی ویژن کی ضرورت باقی رہتی ہے یا نہیں۔ مگر مقام حیرت یہ ضرور ہے کہ جب ہمارے بنائے ہوئے آلات اتنے طاقتور موجود ہیں کہ فاصلہ بعید تک آواز کا پہنچانا اور فاصلہ بعید سے آواز کا سننا ایک معمولی بات ہے۔ مگر وہ قادر قیوم جو ساری طاقتوں کا سرچشمہ ہے اور جہاں سے ساری طاقتیں ملتی ہیں اور دی جاتی ہیں وہ خود اتنا مجبور ہے، بے بس ہے کہ وہ ایسا کوئی آلہ و ذریعہ نہیں پیدا کر سکتا کوئی ایسا ٹیلی ویژن نہیں بنا سکتا کہ جس کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی روح پاک سن سکے یا ہماری حالتوں کو ملاحظہ فرما سکے۔

مگر میں جب اس حدیث شریف کو دیکھتا ہوں تو اس کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اللہ میاں نے ایسا آلہ بھی بنا چھوڑا ہے جس کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو ہمارے متعلق علم ہو جاتا ہے۔ آپ اُسے آلہ ٹیلی فون، ٹیلی ویژن نہ کہیں۔ فرشتے قاصد کہہ لیں بات ایک ہی ہے اور کام ایک ہی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

حیاتی خیر لکم تحدثون واحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم ما رائت من خیر حمدت اللہ وما رائت من شر استغفرت لکم۔ ترجمہ: میری حیات تم لوگوں کے لیے اس لیے اچھی ہے کہ کچھ خود تم ہم سے کہتے ہو کچھ ہم تم لوگوں سے کہتے سنتے ہیں۔ مگر میری وفات بھی تم لوگوں کے لیے اسی طرح اچھی ہے کیونکہ ہمارے سامنے تم لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اعمال بہتر ہوئے تو اللہ کا شکر بھیجتا ہوں اور اگر بہتر نہیں پاتا تو تم لوگوں کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

حدیث میں تعرض علی اعمالکم کا جملہ بڑا ہی بلیغ ہے اور قابل توجہ۔

کیا عجب ہے کہ اسی روشنی میں علامہ سیوطی یہ لکھ گئے کہ:

فحصل من مجموعة هذا النقول والاحاديث ان النبی ﷺ حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسر حیث شاء فی اقطار الارض والملکوت (تنویر الخ فی امکان رویۃ النبی والملك)

ترجمہ: ان نقول واحادیث کے مجموعہ کی روشنی میں یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے جسم روح کی مشارکت کے ساتھ اب بھی بقید حیات ہیں اور آپ (امورات میں) تصرف فرماتے ہیں۔ اور جہاں کہیں جس گوشہ زمین وملکوت میں چاہیں جا سکتے ہیں۔

(بقیہ جمیعۃ علماء ہند) بریلی شریف میں حضور حجۃ الاسلام کی صدارت میں نجدی تسلط کے برخلاف علمائے کرام کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں چند تجاویز پاس ہوئیں ان میں سے ایک تجویز یہ بھی پاس ہوئی۔

"جمیعۃ العلماء ایک فرقۂ خاص کی جماعت ہے عام مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں ہے اس لئے اس کی آواز مسلمانان ہند کی آواز نہیں اسی طرح خلافت کمیٹی بھی مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے۔"

[۲۸ مئی ۲۶ء، ص ۱]

جمیعۃ کی نجدی طرفداری کے حوالے سے جمیعۃ خدام الحرمین دہلی کے مدیر وناظم جناب اسحٰق صاحب لکھتے ہیں:

"جس طرح سے خلافت کمیٹی نے غلطی کا ارتکاب کر کے اپنے اقتدار اور مسلمانان عالم کے مذہبی مفاد کو خاک میں ملایا ہے اسی طرح جمیعۃ علماء ہند نے بھی ابن سعود کی حمایت کر کے اپنے اقتدار اور مسلمانوں کے مفاد کو برباد کر دیا ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں کہ جمیعۃ علماء کے صدر ناظم نے ارکان جمیعۃ کے خلاف جن میں علماء دیوبند بھی شریک ہیں تبلیغ و تنظیم کے مقابلہ میں علی برادران کو خوش کرنے کے لئے خود سرانہ کارروائیاں کی ہیں ورنہ جمیعۃ علماء کا فرض تھا کہ جب حجاز سے اس کا نمائندہ واپس آیا تھا جماعت عاملہ کو طلب کر کے فیصلہ کرتی مگر افسوس ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ناظم اور صدر جو چاہتے کرتے رہے اب جمیعۃ علماء کو بھی ہم توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض کا احساس کرے ابن سعود کی غداریوں کے راز فاش کر کے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ محمد اسحٰق مدیر مبلغ وناظم جمیعۃ خدام الحرمین دہلی۔

[۲۱ رجنوری ۲۶ء ص ۱۰، ۱۱]

الحاصل: جمیعۃ علمائے ہند اسلامی جمیعۃ کا نام نہیں ہے بلکہ دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ لیکن باطل طاقتوں کے زیر اثر وان کے تحت ایک جمیعۃ ہے۔ اللہ پاک مسلمانان اہل سنت کے ایمان وعقائد کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

دیوبندیوں کی سودے باز سیاسی تنظیم

جمیعۃ علمائے ہند: ماضی کے آئینہ میں

مفتی ذوالفقار خان نعیمی، ککرالوی

بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے اواخر میں مولانا عبدالباری، مولانا محمد علی، مولانا عبدالماجد بدایونی، کے توسط سے یہ جمیعۃ معرض وجود میں آئی۔ یوں تو ظاہری طور پر اس کے اغراض ومقاصد میں سیاسی مسائل کو شریعت مطہرہ کے میزان پر رکھ کر پرکھنے اور مسلمانوں کے سیاسی معاملات کو سدھارنے جیسے اہم امور شامل تھے۔ مگر جمیعۃ کا در پردہ مقصد ابتدا ہی سے شہرت کا حصول، مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ اور مشرکین ہند کی نیاز مندی اور ان کا قرب حاصل کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانان ہند اس جمیعۃ سے بیزار تھے اور یہ جمیعۃ ان کی نظر میں لائق اعتنا واعتبار نہیں تھی۔

اخبار مخبر عالم مرادآباد میں جمیعۃ علمائے اسلام کلکتہ کے حوالے سے علما ومشائخ بدایوں کا ایک تفصیلی فیصلہ شائع ہے جس میں جمیعۃ علمائے ہند کا بھی قدرے ذکر موجود ہے ہم اس کے چند اقتباس پیش کرتے ہیں۔ جس سے جمیعۃ کی حقیقت سامنے آجائے گی، ملاحظہ فرمائیں:

"دہلی کی جمیعۃ علمائے ہند جسے حضرت مولانا عبدالباری، مولانا محمد علی، حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری، کے ہاتھوں قائم ہونے کا شرف حاصل ہوا اس کے قیام کی غرض یہ تھی کہ یہ جماعت سیاسی مسائل کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں جانچ کرے گی۔ افسوس کہ جمیعۃ علما مشرکین ہند کی دوستی کی بدولت مسلمانان ہند کا اعتبار کھو کر کانگریس کی آغوش میں جا پڑی ہے۔"

[اخبار مخبر عالم مرادآباد، یکم ستمبر ۱۹۴۵ء ص ۳]

مفتی محمد عمر نعیمی مدیر السواد الاعظم مرادآباد، جمیعۃ العلما کا تعارف، اور جمیعۃ کے کارناموں ہائے نمایاں بڑے ہی دلچسپ انداز میں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"احباب دریافت کرتے ہیں کہ جمیعۃ العلماء کیسا اور کتنا بڑا اور کس قسم کے علما کا گروہ ہے وہ کیا کام انجام دے رہا ہے مشہور تو یہ ہے کہ پانچ سو علما کی ایک جماعت ہے لیکن عند التحقیق پانچ سو کا عدد محض مبالغہ معلوم ہوتا ہے یا علما کی کوئی جدید اصطلاح مقرر کر لی گئی ہے، جیسا کہ آج کل بہت سے لیڈروں اور ایسے انگریزی دانوں کو اخباروں اشتہاروں میں مولانا چھاپا جا رہا ہے، جمیعۃ العلما مختلف الخیال لوگوں کی ایک جماعت ہے جن میں دیوبندیوں، وہابیوں کا عنصر غالب ہے باقی شاذ، ہندوستان کے معتبر ومعتمد اکابر علما میں سے شاید ہی کوئی شریک ہو۔ در حقیقت یہ جمیعۃ الوہابیہ ہے جس کا نام جمیعۃ العلما لکھا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ کیا کام انجام دے رہے ہیں نہیں معلوم ہوتا کہ انہوں نے حوادث موجود کے متعلق کوئی بھی کام کیا ہو اور اماکن مقدسہ اور بلاد اسلامیہ کی حمایت واعانت میں کوئی کارآمد حصہ لیا ہو بجز اس کے کہ وہ اماکن مقدسہ اور بلاد اسلامیہ کے نام سے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرتے اور اپنا اقتدار واثر بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کو موقع ملا ہے کہ اہل اللہ کو نائبین خیر انام علیہ الصلاۃ والسلام کو وارث علوم انبیا کو دین کے پیشواؤں کو اور رہنماؤں کو اسلام کے حامیوں اور ناصروں کو جو ہمیشہ خدمت مذہب وملت میں سرگرم رہتے ہیں اور کسی مفسد بے دین گمراہ ضال دشمن اسلام فرقے کو سر اٹھانے نہیں دیتے اور جن کی براہین ساطعہ اہل ضلال کے پرزور طمعوں کی قلعی کھول دیتی ہیں وہابیہ کو موقع ملا ہے کہ ان حامیان اسلام سے دنیا کو بدظن کر کے اپنا کام بنائیں اور اپنے دلوں کے گھٹے ہوئے بخار نکالیں"

[السواد الاعظم مرادآباد، جمادی الآخرہ ۱۳۴۹ھ ص ۲۰، ۲۱]

ہم یہاں یہ بھی باور کرا دیں کہ اس جمیعۃ میں ابتداءً ہر مسلک کے لوگ شامل رہے مگر قریب ۱۹۳۰ میں یہ جمیعۃ خالص دیوبندیت کی نمائندہ بن کر رہ گئی۔ مولوی شبیر احمد عثمانی، مولوی حسین احمد، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولوی حفظ الرحمن، مولوی سعید احمد جیسے نامور دیوبندی علما اس جماعت کے رکن رکین مقرر ہوئے۔ اور پھر انہوں نے ہندوستانی باطل طاقتوں سے ہاتھ ملا کر اپنے مذہب کی تبلیغ

واشاعت میں زور صرف کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں سنیوں کی جمیعۃ علمائے اسلام کلکتہ ان کے جھانسے میں آ گئی۔ جس کی تفصیل ''اخبار مخبر عالم مراد آباد، ص ۳ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اخبار مخبر عالم مراد آباد میں جمیعۃ علمائے ہند سے متاثرہ جمیعۃ علمائے کلکتہ کے حوالے سے علمائے بدایوں کی تحریر فیصلہ میں ایک بڑی ہی معرکہ خیز بات لکھی ہے جو یقیناً ماضی کے حوالے سے ہے مگر حال پر بھی بالکل منطبق ہو رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''اس جماعت کے منشور میں تبلیغی عنوان کے تحت چاہئے تو یہ تھا کہ سید المبلغین حضرت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ تبلیغ کو مشعل راہ بنایا جاتا مگر طریقہ تبلیغ داخل منشور کیا گیا تو مولوی محمد الیاس صاحب دیوبندی کا جنہوں نے ریاست الور، تجارہ، میوات کے علاقہ جات میں نماز وکلمہ کی تلقین کے ساتھ دیوبندیت کے مسائل کی تبلیغ میں کسر نہ اٹھا رکھی ان علاقوں میں ذکر رسول اور عظمت رسول کرنے والوں کو مشرک وکافر کہا کرتے تھے۔ پس ایسے شخص کے طریقہ تبلیغ کو داخل منشور کرنے کے کیا یہ معنی نہیں ہوں گے کہ جمیعۃ علمائے اسلام کلکتہ دیوبندیت کی مستقل تبلیغ کرنا چاہتی ہے، ہم صاف وصریح الفاظ میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ علمائے بدایوں نمائشی الفاظ سے متاثر ہوئے بغیر کسی ایسے نظام میں جو دیوبندیت کا آئینہ دار ہو ۲۵ سال کے تلخ تجربوں کے بعد شرکت کرنا نہیں چاہتے۔۔۔

جہاں تک ہمارا علم ہے بریلی، مراد آباد، میرٹھ، کچھوچھہ شریف اور پنجاب کے علماء ومشائخین اس جماعت میں شرکت کے لئے تیار نہیں''

[اخبار مخبر عالم مراد آباد، مرجع سابق، ص ۶]

مذکورہ بالا اقتباس کے درج کرنے کا مقصد بس یہ بتانا تھا کہ جمیعۃ خواہ کسی بھی چولے میں رہی ہو مگر اپنے افکار ونظریات سے بھی دھوکہ نہیں کیا ہے۔

انیسویں صدی کی دوسری دہائی کے اواخر اور تیسری کے اوائل میں جب مشرکانہ چیرہ دستیاں زوروں پر تھیں سوراج، کھدر، ترک موالات، ترک گاؤ کشی جیسی تحریکات کے ذریعہ مسلمانوں کو پست وبرباد کرنے کی سازشیں رچی جا رہی تھیں، ایسے وقت میں بھی یہ جماعت مسلمانوں کے ساتھ نظر نہیں آئی۔ اس وقت جب کہ گاندھوی سامراج جو بشکل کانگریس مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا پیغام دے کر ایک بڑی مہم سر کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا وہیں یہ جمیعۃ مسلمانوں کو اس سامراج کے چالوں سے آگاہ کر کے اسے آنے

والے فتنوں سے بچانے کے بجائے اس تحریک سے جوڑنے میں بر سر پیکار نظر آ رہی تھی۔

ملاحظہ فرمائیں یادگار رضا بریلی کے کانگریس نمبر کے ایک مضمون کا درج ذیل اقتباس:

''اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان کہلائی جانے والی نام نہاد جمیعۃ العلما کانگریس کے ساتھ اتحاد عمل ضرور کر رہی ہے مگر جمیعۃ العلما مسلمانان ہند کی کوئی نمائندہ اور ذمہ دار جماعت نہیں بلکہ جمیعۃ العلما نام ہے اس ہوس پرست جماعت کا جو مسلمانوں کے ملی وقومی مفاد کو مشرکین ہند کے قدموں پر قربان دینے کا ارادہ کر چکی ہے اس جمیعۃ کے بعض ناعاقبت اندیش مگر ذمہ دار افراد ہندو مفاد کی خاطر مسلمانوں کے سامنے وہ وہ مہلک اور خطرناک طریق عمل پیش کر چکے ہیں کہ اگر مسلمان ان پر عمل پیرا ہوتے تو مسلمانوں کی مذہبی وقومی زندگی کا فنا ہو جانا ایک نہایت آسان بات تھی ۔۔۔۔۔۔ احکام شریعت کو پس پشت ڈال کر اس جمیعۃ کا مخالفین اسلام سے ساز باز اور ان کے ساتھ اشتراک عمل کرنا، انہیں اپنی مجالس میں شریک کرنا، اپنی مجلس کا رکن بنانا، اس جلسہ میں کہ جو ابھی تھوڑا عرصہ ہوا نام نہاد جمیعۃ العلما کی جانب سے امروہہ میں ہوا تھا ہندوؤں کا ہزاروں کی تعداد میں شریک کرنا، بلکہ اسی جلسہ میں انہیں نمایاں موقع پر مسجد میں جگہ دینا، کانگریسی تحریکات کو کامیاب بنانے اور مسلمانوں کو من حیث المذہب اور من حیث القوم فنا کے گھاٹ اتارنے کے لئے سراسر غلط فتوی دینا جمیعۃ کا یہ طریق عمل پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ جمیعۃ ہندو پرست ہے غدار ہے اور ملت اسلامیہ کے مفاد کو ہندو مفاد پر قربان کر دینے والی ہے اس کی کوئی آواز نہ مسلمانوں کی آواز ہے اور نہ مسلمانوں کے لئے لائق عمل۔''

[یادگار رضا بریلی، کانگریس نمبر، بابت ماہ رجب وشعبان ۱۳۴۹ھ ص ۵]

جمیعۃ کی اس گندی اور مسلم کش روش پر تنبیہ کرتے ہوئے سیدی صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے مولوی کفایت اللہ دہلوی کو ایک خط لکھا جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''آپ اس کا احساس فرمائیں کہ گذشتہ تجربوں نے یقین دلا دیا ہے کہ ہندو مسلمانوں کی تباہی وبربادی کو سوراج سے زیادہ عزیز جانتے ہیں۔ انہیں کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ سرزمین ہند میں مسلمانوں کا وجود رہے اگر یہ تجربے نہ ہوتے تو بھی مسلمانوں کو قرآن پاک پر یقین ہے۔ مشرکین کی شدت عداوت قرآن پاک میں وارد ہے ان سے نفع کی امید اور وفاداری

کی توقع خیال باطل ہے اسی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان بالعموم گاندھی اور کانگریس کی تحریکوں سے اس وقت تک قطعاً علاحدہ ہیں۔ آپ جمیعۃ کو ایسے طریق عمل سے بچائیے جو گاندھی کی تحریک کا ہم معنی یا اس کی تائید ہو اگر اس کا لحاظ نہ کیا گیا تو علاوہ ان مصائب کے جو ہندو پرستی کی بدولت اٹھانے پڑیں گے، مسلمانوں کی جماعت کے انتشار اور ان کے اس نئے اختلاف کا وبال بھی آپ کی گردن پر ہوگا جو اس نئی تحریک سے پیدا ہو۔ اگر جمیعۃ نے قانون شکنی میں گاندھی کی روش اختیار کی تو یقیناً مسلمانوں کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے اور آپس میں کٹ مریں گے۔ آپ کو نہایت دانائی اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ۔ محمد نعیم الدین عفی عنہ

(السواد الاعظم، شمارہ، ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ، ص ۲۹)

صدر الافاضل کے اس خط کے جواب میں نہ کوئی خط آیا اور نا ہی حضرت کے مشورہ پر عمل درآمد ہوا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے وہی کیا جو انہیں کرنا تھا۔

جب ہندوستان میں سارداایکٹ کے ذریعہ مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت اور شرعی حقوق کے اتلاف کی ناپاک جسارت کی گئی تو اسلامی دنیا میں ہر طرف اضطراب پایا جا رہا تھا ایسے موقع پر سول نافرمانی کی تجویز بھی سامنے آئی جس سے مسلمانوں کی بے چینی اور بڑھ گئی ایسے نازک وقت میں بھی جمیعۃ کی پالیسی قابل افسوس تھی سارداایکٹ کے خلاف مسلمانوں کے ساتھ محاذ آرائی کے بجائے جمیعۃ نے سول نافرمانی کی تجویز پیش کر دی جس سے مسلمانوں کو کافی حد تک نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

مفتی عمر نعیمی لکھتے ہیں:

"اس خط کا کوئی جواب نہ آیا نہ انہوں نے اپنی تجاویز ہی میں اس عظیم خطرہ کا کچھ لحاظ کیا بلکہ وہ ہندوؤں سے مل گئے مسلمانوں کو چھوڑنا اور ان کی بڑی جماعت سے علاحدہ ہو جانا سرمستان بادہ ہندوئیت نے گوارا کیا مگر اپنے محسن ہندوؤں کو چھوڑنا گوارا نہ کیا کانگریس کی تائید میں سول نافرمانی پاس کر دی اور کچھ لحاظ نہ کیا کہ مسلمانوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ اب اس ہندو جمیعۃ العلما کے مولوی ہندوؤں کی مداحی کرتے پھر رہے ہیں اس کے واعظوں میں ذکر خدا و رسول کی جگہ گاندھی اور ہندوؤں کی تعریف ہوتی ہے اور وہ کانگریس کی تحریکات پر عمل کرنے کے لیے مسلمانوں کو ابھارتے اور اغوا کرتے ہیں۔"

[السواد الاعظم، ذی الحجہ، ۱۳۴۸ھ ص ۲۹]

ایسے وقت میں جب جمیعۃ اور دیگر سیاسی نام نہاد اسلامی تنظیمات ہندو مسلم اتحاد کی مہم میں پورا زور صرف کر رہی تھیں، اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں کو اس خلاف شرع تحریک میں شامل کرنے کے لئے ہر جتن کر رہی تھیں عین اسی وقت بنارس وغیرہ ہندوستان کے کئی مقامات پر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی جن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے بلکہ ان کو بھائی بنانے کے لئے مسلمانوں کو مجبور کیا جا رہا تھا وہ رشتہ اخوت و مودت قائم ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا رہے تھے۔ یہ سب حالات جمیعۃ کے سامنے تھے مگر جمیعۃ نے چپی سادھ رکھی تھی، جمیعۃ کی اس سرد مہری، زبان بندی، پر مفتی عمر نعیمی نے السواد الاعظم مراد آباد (شوال ۱۳۴۹ھ ص ۲/۳) زبردست تبصرہ فرمایا جسے تاریخ نے اپنے دامن میں محفوظ رکھا ہے۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی مسلمانوں کے لئے بہت نازک گزری ہے اس دہائی میں مسلمانوں کے مال و جان تو سلامت کیا رہتے ایمان تک سلامت نہیں تھا۔ شدھی تحریک اس دہائی کا وہ المناک سانحہ ہے جسے مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے مسلمان اپنی جان و مال کی حفاظت نہیں کر پا رہا تھا کہ اسی درمیان مسلمانوں کی دولت ایمانی پر شب خون مارنے والے میدان عمل میں اتر آئے اور اس سے قبل کہ مسلمان سنبھل پاتے غیروں نے ہر چہار جانب سے حملہ بول دیا اور اس طرح کئی لاکھ مسلمان ارتداد کے قعر عمیق میں گر گئے۔ اللہ بھلا کرے ان اکابر علمائے اہل سنت کا جنہوں نے بروقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے مورچہ ہاتھ میں لے لیا اور پیہم جد و جہد سے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی اور ان کی دولت ایمانی کی بازیابی کے لئے سر توڑ کوششیں فرما کر میدان سر کر لیا اور اس طرح لاکھوں مسلمانوں کے ایمان بچا کر اہل اسلام پر احسان عظیم فرمایا۔ لیکن وہیں اس جمیعۃ کی بے حسی اور بے غیرتی بھی قابل غور ہے جہاں ایک طرف مسلمان ان صنم پرستوں سے نبرد آزما تھے تو دوسری طرف ان نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں سے نالاں و پریشاں بھی۔ جمیعۃ بجائے اس کے کہ شدھی تحریک کے سد باب کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کرتی، میدان عمل میں اتر کر مسلمانوں کے جان و مال اور ایمان کی حفاظت کرتی، اور اسلامی جمیعۃ کی حمیت کا کچھ بھرم رکھتی افسوس صد افسوس مسلمانوں کی بربادی کے واقعات سن اور دیکھنے کے باوجود مہر سکوت توڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔ بلکہ مخالف باطل طاقتوں کے ساتھ ساز باز کر ان کی تملق و چاپلوسی اور ان کی نیاز مندی کے حصول کے لئے مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی پر اتر آئی تھی جس کی جیتی جاگتی مثال شدھی تحریک میں ایک بڑا کردار نبھانے والے آریہ پنڈت شردھا نند کو تہہ

تیغ کرنے والے کے خلاف جمیعۃ کے مفتی کفایت اللہ دہلوی کا وہ فتویٰ ہے جس میں انہوں نے غازی عبدالرشید جنہوں نے شردھانند کو فی النار کیا، سے متعلق جنت کی خوشبو سے محروم ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ جمیعۃ کی اس ناپاک پالیسی اور صنم پرستوں کے حسب منشا فتویٰ بازی سے متعلق زبردست ریمارک فرماتے ہوئے صدرالافاضل رقم طراز ہیں:

"جمیعۃ العلمائے اسلام و مسلمین کی جو خدمتیں انجام دی ہیں ان سے تمام ہندوستان کے مسلمان واقف ہیں۔ ان میں بہت نمایاں کارنامہ جمیعۃ کا تو یہ ہے کہ اس نے ہندوؤں میں فنا ہوجانا یا ہندوؤں پر فدا ہوجانا منظور کیا۔ اور جمہور مسلمین سے علیحدگی کر لی۔

کثیر التعداد مسلمانوں کے علاحدہ ہوجانے کی اس کو ہندوؤں کی دوستی کے مقابل کچھ پروا نہیں ہے جمیعۃ کے کارکن مسلمانوں میں ہندو تحریکات کی تبلیغ و اشاعت کر کے ان میں باہمی جنگ کی بنیاد قائم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اس حمیت کے مساعی کی بدولت ہندوستان کے مسلمانوں میں جابجا جنگی محاذ قائم ہو گئے ہیں۔ اس جمیعۃ کے نمایاں کاموں میں سے ہندوؤں کے حسب منشا فتویٰ دینا بھی ہے۔ کبھی کونسل کے بائیکاٹ کا فتویٰ ہے کبھی جواز کا جس وقت ان کے خداوندان نعمت کا جو منشا ہے اس وقت ان کے فتویٰ کا رخ اسی طرف ہوجاتا ہے۔ غازی عبدالرشید کو جنت کی خوشبو سے اسی جمیعۃ کا مفتی محروم کرتا ہے۔ آزادی کے معنی ان کی اصطلاح میں ہندو پرستی ہے۔ آج جمیعۃ العلما کے صدر مولوی کفایت اللہ صاحب کا ایک فتویٰ ہماری نظر کے سامنے ہے ان میں انہوں نے مسلمانوں پر جو عنائتیں کی ہیں اور ہندوؤں کا جس قدر حق دوستی ادا کیا ہے اور دیانت وراست بازی کی جو قدر فرمائی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔"

[السواد الاعظم مرادآباد، جمادی الاولی ۱۳۴۹ھ ص ۲]

جمیعۃ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ قوم ہمارے نبی ﷺ کی ذات بابرکات پر ہر دن نت نئے فتنے اور گستاخی کے نئے نئے حربے تلاش کر بارگاہ رسالت کے تقدس کو مجروح کرنے کی کوشش ناپاک میں مصروف رہتی ہے، کبھی رنگیلا رسول، کبھی ستیارتھ پرکاش، اور بہت سی کتابوں اخبارات کے ذریعہ نبی پاک کی توہین کا ارتکاب آئے دن کرتی رہتی ہے تو کبھی نبی پاک کی فرضی تصویریں عام کر کے اور اپنی تقریروں میں سامعہ خراش، جگر پاش باتیں کر کے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کا ثبوت دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔

اپنے آقاؤں کو مزید خوش کرنے کے لئے ان کے پیشواؤں کے چرنوں میں اپنے ایمان کی سوغات پیش کردی۔

قوم ہنود نے جب اپنے پیشوا کرشن کی نیازمندی اور عقیدت کیشی کا ثبوت دیتے ہوئے اخبار تیج میں کرشن نمبر کی اشاعت کی تو بھلا جمیعۃ کس طرح پیچھے رہ سکتی تھی اسے اپنا حق دوستی ادا کرنا تھا اسی لئے جمیعۃ کے ناظم مولوی احمد سعید کی نمائندگی کرتے ہوئے تیج اخبار کے کرشن نمبر کے لئے مضمون پیش کیا اور اس میں کرشن کے لئے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے خوب خوب عقیدتوں کے پھول نچھاور کئے۔

مدیر رسالہ السواد الاعظم رقم طراز ہیں:

"تیج کا کرشن نمبر بہت آب و تاب کے ساتھ چھپا ہے ہندوؤں نے اپنی عقیدتوں کا جس طرح بھی اظہار کیا ہے وہ ان کے دینی جوش کا نمونہ ہے ....مگر افسوس کہ وہ اصحاب جو باوصف دعویٰ اسلام حضور پرنور سید انبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کی محافل میلاد مبارک و معراج شریف کی مخالفت میں سرگرم رہا کرتے ہیں کرشن کے احترام میں سر افگندہ نظر آئے ان میں احمد سعید صاحب دہلوی ناظم جمیعۃ علماخاص طور پر قابل ذکر ہیں جو اپنی وعظوں میں میلاد مبارک کی محافل متبرکہ پر آوازیں کسنے اور اس کا تمسخر اڑانے کے عادی ہیں آپ نے اپنی عقیدت کے جذبے کرشن کے چرنوں میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی ہے مسلمان ان کو پہلے ہی ہندو پرست جانتے تھے آپ نے خود اپنے قلم سے اس کا یہ ایک نیا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ آپ نے اپنے مضمون میں جو تیج کے کرشن نمبر میں چھپا ہے اپنی نیاز کیشی و عقیدت اندیشی کے مخلصانہ جذبے کرشن کے قدموں میں ڈالے ہیں آپ کا سر تو جھک گیا مگر کرشن کے قدم کہاں پائیں گے اسے بھی غور فرمایا ہندوؤں کا اعتقاد تناسخ تو انہیں کسی جون میں مانتا ہوگا جس کا پتہ نہ آپ کو مے نہ ہندوؤں کو پھر آپ کی وہ مخلصانہ نیازمندیاں کرشن کے چرنوں کی تلاش میں کس کس کے قدموں میں ٹھوکریں کھاتی پھریں گی۔ جس شخص کا یہ حال ہو مسلمانوں میں واعظ بن کر منبر پر بیٹھا کرے اور ہندوؤں کی خوشامد میں کرشن کے قدم ڈھونڈتا پھرے وہ مسلمانوں کے لئے عار ہے اسلام کے لئے ننگ ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کو مولوی نہ کہیں اس کے وعظ میں شریک نہ ہوں اس کی تقریر نہ سنیں اس کو منبر پر جگہ نہ دیں۔ کیا احمد سعید صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ ہندو انہیں اپنی طرح کرشن کا مخلص عقیدت مند سمجھ لیں گے یہ خیال تو غلط ہے وہ یہ سمجھیں گے کہ یہ شخص نہایت طماع ہے خوشامدی ہے

اپنے ضمیر کے خلاف ہندوؤں کو مغالطہ دے رہا ہے۔ لیکن ایک مسلمان نام رکھنے والے شخص کا اس طرح اظہار نیاز کرنا دوسرے ناواقف مسلمانوں کے عقیدتوں کو متزلزل کرے گا اس خواہش میں وہ اس قسم کے دین فروشانہ مضامین کو چھاپتے بھی ہیں اور ایسے مضمون لکھنے والوں کی جس طرح مناسب سمجھتے ہیں حوصلہ افزائی بھی کردیتے ہیں افسوس طمع دنیا آدمی کو کتنا خوار کرتی ہے۔"

[السواد الاعظم، محرام الحرام۔ ۱۳۵۱ھ ص ۲۵]

۱۹۲۴ میں جب حرمین طیبین پر نجدی اقتدار ہوا، حجاج کرام اور خاص کر اہل حرمین پر نجدیوں نے خوب ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، مقامات مقدسہ و مزارات معظمہ کو منہدم کیا اور آثار متبرکہ کی بے حرمتی کی تو اخبارات ہند میں چند اہل سنت کے اخبارات ہی نجدی بربریت کے خلاف آواز حق بلند کرتے نظر آرہے تھے نیز اہل سنت کی جملہ تنظیمات اس کی مخالفت میں کمربستہ دکھ رہی تھیں، لیکن جمیعۃ اپنی قدیم روش پر قائم رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف نجدی سلطان کی طرفداری میں سارا زور صرف کررہی تھی۔ اخبار مخبر عالم مراد آباد لکھتا ہے:

"مسلمانوں کی بدقسمتی سے ہندوستان میں تحریک بغاوت کے وقت ایک جمیعۃ قائم ہوئی جس کا نام جمیعۃ العلماء رکھ گیا اس نے اپنے غلط فتاوی سے مسلمانوں کو گمراہ کیا اور جس قدر تباہی ممکن تھی مسلمانوں پر آئی اس کی غلط کاریوں اور بیہودگی کے باعث اب خلافت کمیٹی کی طرح اس جمیعۃ کا بھی کوئی اقتدار نہیں رہا اور لوگوں کی نظروں میں یہ جمیعۃ اب جمیعۃ العلماء نہیں بلکہ اس کے لئے جمیعۃ الحمقاء کا لقب بہت ہی زیادہ موزوں ہے یہ جمیعۃ مثل خلافت کمیٹی کے ابن سعود ملعون کی بے حد طرفدار رہی اس نے نجدی ملعون کی تمام سفاکیوں بے دینیوں اور ظلم وستم کے اخفاء میں اس سے زیادہ کوشش کی جو ایک حجام معزز ہوجانے کے بعد اپنی ذات اور پیشہ چھپانے کے لئے کرتا ہے اس جمیعۃ کا جو اجلاس پچھلے دنوں کلکتہ میں ہوا اس میں جو قراردادیں پاس ہوئیں ان میں سے پہلی قرارداد میں لوگوں کو مشورہ دیا گیا کہ امسال ضرور حج میں شامل ہوں تا کہ نجدی ملعون کو کافی روپیہ حاصل ہو" [۲۸ر مارچ ۱۹۲۶ء ص ۴،۵]

ابن سعود نے جب موتمر کا ارادہ کیا تو ہندوستان سے صرف تین جماعتوں کو ہی مدعو کیا اور وہ بھی وہ جن کا ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان کوئی وقار نہیں تھا اہل حدیث کانفرنس، جمیعۃ علماے ہند، خلافت کمیٹی، ظاہر ہے انہیں تینوں کو مدعو کرنے کا صاف مقصد یہی تھا کہ یہ تینوں جماعتیں ہندوستان میں اسی کی طرفداری میں وقت گزار رہی تھیں تو انہیں کا موتمر میں شرکت کا حق تھا، دنیا کو یہ ظاہر ہوجاے گا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کی نمائندہ تین جماعتیں شامل موتمر ہوئیں، حالانکہ یہ تینوں جماعتیں کسی بھی صورت میں مسلمانان ہند کی نمائندہ نہیں تھیں۔

ملاحظہ فرمائیں اخبار الفقیہ کی درج ذیل سطور:

"قرن الشیطان ثانی ابن سعود نے جس موتمر کے انعقاد کا اعلان کیا ہے اس کا نام موتمر اسلامی رکھا جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس موتمر کے لئے دنیا کے تمام مسلمانوں کو نمائندہ بھیجنے کے لئے نہیں لکھا گیا بلکہ محض اپنے مویدین اور ہم خیالوں کو دعوت دی گی ہے کہ وہ اپنے نمائندے بھیجیں۔ چنانچہ ہندوستان میں سے صرف خلافت کمیٹی جمیعۃ العلماء اور اہل حدیث کانفرنس کے نمائندے طلب کئے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہی تین جماعتیں ہندوستان میں قرن الشیطان کی موید اور حامی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابن سعود ملعون صرف انہیں تین جماعتوں کو جانتا ہے یا اس کا خیال ہے کہ یہی تین جماعتیں ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں ہیں تو بالکل لغو اور سرتاپا غلط خیال ہے۔ ابن سعود ملعون اچھی طرح سے جانتا ہے کہ اب خلافت کمیٹی کا اقتدار ہندوستان میں نہیں۔ ایمان دار دیانت دار اور سمجھدار ہستیاں اس سے متنفر ہوکر الگ ہوچکی ہیں۔ جمیعۃ العلماء کی اب قطعاوہ عزت نہیں بلکہ جس طرح عام طور پر اپنے پرائیویٹ تذکروں میں خلافت کمیٹی کو حماقت کمیٹی اور خباثت کمیٹی کے ناموں سے موسوم کررہے ہیں اسی طرح جمیعۃ العلماء کے لئے جمیعۃ الحمقا کا لقب استعمال کیا جاتا ہے یہی دو جماعتیں ہیں جو منافقانہ طرز کو اختیار کر کے اپنے آپ کو کھلم کھلا وہابی نہیں کہتیں۔ اور درحقیقت ان کا مذہب کوئی ہے بھی نہیں اور ابن سعود نامسعود اچھی طرح جانتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت اس کے خلاف ہے اس کی مخالف انجمنیں کچھ چھپی ہوئی نہیں بلکہ انجمن خدام الحرمین کا وفد اس معون کا ناطقہ بند کرنے اور اس کی بے ایمانیوں شیطنتوں اور بدکرداریوں کا راز فاش کرنے اور وفد خلافت کے صدر کی طرح ایمان اور ملت فروشی سے انکار کرنے کے جرم میں قید ہوکر عرب سے نکال دیا گیا ہے تو ابن سعود ملعون کی لاعلمی کا خیال خیال باطل اور جنون سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرن الشیطان ملعون نے درحقیقت موتمر اسلامی کا جلسہ طلب نہیں کیا بلکہ اس موتمر کا صحیح نام "موتمر شیطانی" ہوسکتا ہے" [الفقیہ ۲۸، اپریل ۱۹۲۶ء ص ۳] (بقیہ صفحہ ۲۳ پر)

اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین و اسرائیل

ڈاکٹر غلام زرقانی، امریکہ

دو دنوں پہلے مجلس امن میں فلسطینی علاقے میں اسرائیلی آبادکاری منصوبے کے خلاف مصر نے ایک قرارداد پیش کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا، جسے امریکہ کے نئے منتخب صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی مداخلت کے بعد واپس لے لیا گیا۔ تاہم مجلس امن کے غیر مستقبل ممبران میں سے نیوزی لینڈ، سینیگال، وینزویلا اور ملیشیا نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے دوبارہ ووٹنگ کے لیے پیش کرنے کی گزارش کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس امن کے مستقل اور غیر مستقل پندرہ ممبران میں سے چودہ ممبروں کی حمایت سے یہ قرارداد منظور کرلی گئی، جب کہ امریکہ نے ووٹنگ میں حصہ ہی نہیں لیا۔

معاملہ کی نزاکت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں میں عرب اور اسرائیل کے حوالے سے پیش کی جانے والی قراردادوں پر ایک نگاہ ڈال لی جائے۔ تاریخی حقائق کے مطابق اسرائیلی حملہ میں سینکڑوں لبنانی اور شامی کی شہادت کے بعد مجلس امن میں پیش ہونے والی قرارداد مذمت کو امریکہ نے پہلی بار ۱۰ ر ستمبر ۱۹۷۲ء میں ویٹو کیا اور اس کے بعد سے لے کر اب تک اسرائیل کے خلاف پیش کی جانے والی تقریباً ساری قراردادیں امریکہ کے تعاون سے منسوخ ہوتی رہی ہیں۔ ان میں فلسطینیوں پر طاقت کا بے جا استعمال، فلسطینیوں کو حق رائے خودارادی، لبنان اور شامی علاقوں پر بمباری، اسرائیلی کی معاشی ناکہ بندی، مقبوضہ زمین پر اسرائیلی آبادکاری، بیت المقدس کی کھدائی، لبنین ائرلائنز کا اغوا، ملک چھوڑ کر چلے جانے والے فلسطینیوں کی وطن واپسی اور مقبوضہ علاقوں میں مجلس امن کی طرف سے نگراں کی تعیین وغیرہ معاملے شامل رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک امریکہ نے مجلس امن میں ایک سو کے قریب قراردادیں ویٹو کی ہیں، جن میں سے ۵۲ قراردادیں اسرائیل کی حمایت میں ویٹو کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ پہلو بھی پیش نگاہ رہے کہ امریکہ اپنے دوست اسرائیل کی فوجی امداد سے لے کر مالی تعاون پیش کرنے میں بھی سب سے آگے رہتا ہے۔ ایک تحقیقی مضمون کے حوالے سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ۱۹۴۹ء سے لے کر ۲۰۱۵ء تک اسرائیل کو امریکہ سے ملنے والی امداد کا تخمینہ ۱۳۸ بلین ڈالر سے تجاوز کرگیا ہے۔

یہ زیر بحث معاملہ کا ایک پہلو ہے، اب ذرا دوسرا پہلو بھی دیکھ ہی لیجیے۔ اقوام متحدہ کے مجلس امن میں فلسطین اور اسرائیل تنازعہ کے حوالے سے ایک قرارداد ۲۳ ر دسمبر ۲۰۱۶ء کو پاس ہوئی، جو مجلس امن کے ۱۴ ممبران کے مثبت ووٹوں کے ذریعہ بہ آسانی پاس ہوگیا، جب کہ امریکہ ووٹنگ سے غائب رہا۔ یہ قرارداد مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلیوں کے لیے مکانات کی تعمیر سے متعلق تھی، جس میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل کی توسیعی منصوبہ بندی بین الاقوامی قوانین کے صریح خلاف ہے، جو کسی قیمت پر قانونی جواز نہیں رکھتی، نیز چوتھے جینوا کنونشن کے تحت قابض طاقت کو ضابطے کی پابندی کرنی چاہیے اور توسیعی منصوبے پر روک لگانی چاہیے۔

ٹھیک ہے، یہ قرار اسرائیلی عزائم کی کھلی مذمت سے تعبیر کی جاسکتی ہے، تاہم اسے زمینی حقائق کو تبدیل کرنے کے لیے کسی طور مؤثر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اس کے باوجود متذکرہ قرارداد کے پاس ہونے پر اسرائیل نے جو اقدامات کیے ہیں، وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے بہت کافی ہیں۔ غیرت ایمانی ہنوز سلامت ہے، تو بڑی آنکھوں سے پڑھنے کی کوشش کیجیے۔

"۱۔ قرارداد پیش کرنے والے چاروں ممالک: نیوزی لینڈ،

سینگال، وینزویلا اور ملائشیا سے اظہار ناراضگی، ۲۔ نیوزی لینڈ اور سینگال سے اپنے سفرائے ملک کی احتجاجاً واپسی، ۳۔ سینگال اور یوکرین کے وزرائے خارجہ کے اسرائیل دوروں کی منسوخی، ۴۔ وزیر اعظم کے دفتر سے وزارت خارجہ کے لیے ووٹنگ میں حصہ لینے والے تمام ممالک کے سفراء کی طلبی، جب کہ کرسمس کی تعطیلات میں سفارت خانے بند تھے، ۵۔ اقوام متحدہ کے پانچ اداروں کی اسرائیلی امداد پر روک، جو اسرائیل پر تنقیدیں کیا کرتے تھے، ۶۔ اور روئے زمین پر اپنے سب سے بڑے حمایتی امریکہ پر قرارداد کی تیاری اور اسے پیش کرنے کے لیے خفیہ جدوجہد کرنے کے الزامات، ۷۔ اسرائیل کے لیے امریکی سفیر ڈین شپیرو کی طلبی اور احتجاجات۔"

آپ ماتھے کی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں، ایک "معمولی سی بے جان قرارداد" پر اسرائیلی ردعمل کی جھلکیاں! اب ہو سکے تو اسلامی تاریخ کے بوسیدہ اوراق کھنگالنے کی کوشش کیجیے کہ گذشتہ ستر سالوں سے اقوام متحدہ میں کتنی قراردادیں مسئلہ فلسطین کو براہ راست نقصانات پہنچانے کے لیے منظور کی گئی ہیں اور یہ بھی سراغ لگانے کی کوشش کیجیے کہ عالم اسلام کے حکمرانوں کے ممکنہ ردِ عمل کیا تھے؟ ہم نے اپنے بھائیوں کی حمایت میں کتنے "عملی اقدامات" کیے ہیں؟ کتنے ممالک سے معاملات منسوخ کیے ہیں؟ اور کتنے سفرائے ممالک کو طلب کر کے احتجاجات کیے ہیں؟

کیسے ہے نا فرق ہم میں اور ان میں؟ معاف کیجیے گا کہ ہم "زبان" کے بہت دھنی ہیں۔ زبان سے صدائے احتجاجات بلند کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ روئے زمین پر کہیں ہمارے ساتھ ناانصافی ہو، عالم اسلام کے حکمراں بسرعت تمام زبانی مذمت کرنے کے آگے بڑھ جاتے ہیں اور بس۔ جب کہ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے کہ ہر معاملہ میں صرف زبانی احتجاج کافی نہیں ہوتا، کہیں کہیں عملی اقدامات کے بغیر بات بنائے نہیں بنتی۔ مثال کے لیے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے پڑوس میں برما کے روہنگیا مسلمانوں کے حالات پر ایک سرسری نگاہ ڈال لیجیے۔ کس طرح بے دردی کے ساتھ نہتے مرد، عورت، بچے اور بوڑھے مسلمان زندہ جلائے جا رہے ہیں۔ مکانات زمیں بوس کیے جا رہے ہیں اور آبادیاں تہہ و بالا کی جا رہی ہیں۔ کئی کئی دنوں تک بھوکے پیاسے رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ خواتین کے ساتھ جنسی زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ اور حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ ظلم و بربریت، سفاکیت اور قتل و خون کی ہولناکیاں کیمرے میں قید کر کے "فخر و تکبر" کے ساتھ ذرائع ابلاغ تک پہنچایا بھی جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور ہم ہیں کہ بس زبانی مذمت، لفظی ناراضگی اور قلمی احتجاج۔

بے حسی کا یہ عالم ہے کہ اظہار ہمدردی کے لیے ہی سہی، عالم اسلام کے ذمہ داروں کو برما جا کر اپنے مسلمان بھائی اور بہنوں کی مزاج پرسی تک کی "فرصت" نہ ملی۔ مجھے یاد ہے کہ پچھلے سال رمضان المبارک کے موقع پر ترکی کے وزیر خارجہ نے روہنگیا مسلمانوں سے ملاقات کی تھی اور انہیں یقین دلایا تھا کہ ترکی علاقے میں ہسپتال، اسکول اور دواخانے کی تعمیرات میں امداد کرے گا۔ تاہم معذرت کے ساتھ عرض کروں کہ اسے بھی "زبانی اقدامات" ہی کی فہرست میں شامل کر دیا جائے تو بہتر ہے کہ "طفل تسلی" سے کہیں زیادہ انہیں "تحفظ جان و ایمان" کی فکر ہے۔ بہذا اب سے بڑھ کر جس تعاون کے وہ شدت سے منتظر ہیں، وہ ہے عالمی دباؤ ڈال کر وہاں کی انتظامیہ کو روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ انصاف کرنے پر مجبور کرنا، نہ کہ جھولیوں میں چند سکے ڈال کر آنسو پوچھنے کی اداکاری!

صاحبو! اور یہ بات بھی سن لی جائے کہ زبانی مذمت، عوامی ریلی اور احتجاجی جلسے تو عام مسلمان کر ہی لیتے ہیں، تاہم ارباب اقتدار بھی "لفظی مذمت" سے آگے نہ بڑھیں، تو عام انسانوں اور ارباب اقتدار میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے؟ یاد رہے کہ جو قوم جاگتی رہتی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی حرکت پر عملی اقدامات کے لیے تیار رہتی ہے، وہ داخلی خطرات سے بھی محفوظ رہتی ہے اور بیرونی حملوں سے بھی۔ اسرائیل زمینی رقبہ کے لحاظ سے ۲۲۱۴۵ اسکوائر میٹر ہے، جو عالم عرب کے رقبہ ۳۳۰۰۰۰۰۰ کے مقابلے میں نہایت ہی حقیر سہی، جب کہ عالم اسلام کے اجمالی رقبہ کے لحاظ سے سمندر کے مقابلے میں قطرۂ آب، لیکن وہ نہ صرف دن کے اجالے میں آنکھیں کھلی رکھتا ہے، بلکہ سیاہ رات کی تاریکیوں میں بھی ہمہ وقت چاق و چوبند رہتا ہے۔ روئے زمین کے کسی کونے میں اسرائیلی مفادات کے خلاف ایک پتہ ہلنے کی جسارت کرے اور فوری اقدامات حاضر، ہے نا کس قدر فرق ہم میں اور ان میں؛ وہ عملی اقدامات میں دیر نہیں لگاتے اور ہم زبانی احتجاجات کی گتھیوں میں ہفتوں الجھے رہتے ہیں!

(ادارہ)

نازش علم وادب حضرت مولانا

ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم مصباحی

سے ایک ملاقات

ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم علم وادب اور جماعت اہل سنت کا معتبر ومستند نام ہے۔ مدرسہ و یونیورسٹی دونوں حلقوں میں یکساں مقبول ومستند اس عالم دین کا یہ کمال ہے انہوں نے مذہب اور عصری تقاضے دونوں پہ نگاہ رکھی اور دونوں سے اکتساب کیا۔ فراغت کے بعد "جامعہ ہمدرد" سے منسلک ہوئے۔ اور تاحال وہیں سے وابستہ ہیں۔ یونیورسٹی پہنچ کر عام طور پر لوگ اندر سے باہر تک بدل جاتے ہیں لیکن یہ ان کی شخصیت کا پاکیزہ اور قابل رشک پہلو ہے کہ انہوں نے مدرسہ سے جامعہ تک اپنی اسلامی شناخت باقی رکھی اور دوسروں کو بھی اس روش پہ چلنے کا خاموش پیغام دیا۔ انہوں نے اپنی اس علمی زندگی میں قوم وملت کو بہت کچھ دیا ہے، علمی دنیا اسی سبب سے انہیں قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ ان کے مشاغل علمیہ کی تفصیلات امجد اقبال کی مرتبہ "عروج انجم" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، جو دہلی کے اشاعتی اداروں میں دستیاب ہے۔

ادارہ الرضا نے اپنے "انٹرویو نمبر" کے لئے ان سے رابطہ کیا اور یہ ان کی علم نوازی اور دین دوستی ہے کہ انہوں نے مصروفیات کے باوجود اس کے لئے وقت نکالا اور "آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی" کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے جذبہ وحوصلہ سے الرضا کے سوالات کے جوابات دئے۔ یہ انٹرویو طویل ہے اور اسے تمام وکمال "انٹرویو نمبر" میں شائع کیا جائے گا مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بعض گوشے یہاں شائع کئے جارہے ہیں، ادارہ الرضا ڈاکٹر صاحب موصوف کی اس نوازش پہ ان کا ممنون ہے اور ان کے لئے دعا گو ہے، خدائے پاک انہیں سلامت رکھے اور ان کی خدمات کا انہیں بھرپور صلہ عطا فرمائے آمین

ادارہ

سوال: آپ کی شخصیت علمی حلقوں میں مشہور ہے اور مقبول بھی مگر زندگی کے ابتدائی احوال سے واقفیت کم نہیں ہے اس سلسلے میں پہلی گذارش یہی ہے کہ اپنے خاندانی حالات، تعلیمی مراحل، مخصوص اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے حوالوں سے کچھ ارشاد ہو۔

جواب: سرحد نیپال سے ۱۶ رکلومیٹر جنوب ڈومریا گنج تحصیل میں اٹوا بازار کے قریب موضع پرسا بزرگ پوسٹ جگنا دھام ضلع بستی (موجودہ سدھارتھ نگر) میں ایک غریب، پاکباز اور دیندار گھرانہ میں میری پیدائش ہوئی چوں کہ خاندان میں تاریخ ولادت محفوظ کرنے کا کوئی رواج نہیں تھا عام طور پر لوگ ایسی چیزوں کو سیلاب، زلزلہ اور آندھی طوفان سے ہی یاد رکھا کرتے تھے یہی حال کچھ میری تاریخ پیدائش کے ساتھ بھی ہوا، البتہ اسناد پر جو تاریخ ولادت درج ہے وہ ۱۶ راکتوبر ۱۹۵۸ء ہے جسے کسی حد تک درست مانا جاسکتا ہے۔

میرے جد اعلیٰ نامدار کے تین فرزند تھے میرے والد ماجد جناب الحاج علی رضا (متوفی ۱۹۹۳ء) ان میں سب سے چھوٹے تھے، گھر کے ابتدائی حالات کس عسرت وتنگدستی میں بسر ہوئے اس کی تفصیل تو مجھے نہیں معلوم اتنا ضرور جانتا ہوں ہمارے بچپن میں گاؤں کے اعتبار سے گھر کے حالات قدرے بہتر تھے اور یہ بہتری روز افزوں گھر میں ہوتی رہی اب بحمدہٖ تعالیٰ گاؤں کے خوش حال گھرانوں میں میرا گھرانہ بھی شمار ہوتا ہے۔

میرے والد صاحب سے چار لڑکیاں اور دو لڑکے تھے اولاد میں مجھ سے چھوٹی ایک بہن تھی چھوٹی بہن سمیت اور دو بہنیں جو مجھ سے عمر میں بڑی تھیں اللہ کو پیاری ہوگئیں اس وقت ہم دو بھائی اور ایک بہن بقید حیات ہیں۔

(ڈاکٹر انجم صاحب کی تعلیم مدرسہ شمس العلوم پٹنہ، مدرسہ معراج العلوم بھدو کھر بازار، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مرحلہ وار ہوئی، تفصیلات انٹرویو نمبر میں)

سوال: آپ کی زندگی علمی، ادبی اور مذہبی کاموں میں گذری اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمائیں، اب تک کتنی کتب تصنیف ہوئیں کتنے مقالے لکھے گئے اور کہاں کہاں شائع ہوئے"۔

جواب: شعور سنبھالتے ہی تحصیل علم کی سرگرمیوں سے وابستہ ہو

گیا مکتب شمس العلوم پٹنہ، مدرسہ اہل سنت حشمتیہ معراج علوم بھدوکھر بازار سدھارتھ نگر، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب میری فراغت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے ۱۹۷۹ء میں ہوئی تو تقریباً آٹھ مدرسہ کے ذمہ داران کی خواہش تھی کہ آپ میرے ادارہ میں پڑھانے تشریف لے چلیں چوں کہ اشرفیہ مبارک پور میں میں نے فرسٹ ڈویژن اور فرسٹ پوزیشن سے اپنی تعلیم مکمل کر کے فضیلت کا امتحان پاس کیا تھا اس لئے مدارس کے ذمہ داران کا جھکاؤ کچھ زیادہ ہی میری طرف تھا لیکن ظاہر ہے کسی ایک ہی مدرسہ کو مجھے منتخب کرنا تھا مدرسہ اشاعت الاسلام چوں کہ میرے وطن سے قریب کل دس کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا اس لئے میں نے کئی شرطوں کے ساتھ وہیں کی ذمہ داری قبول کر لی ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جب بھی میرا داخلہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہو جائے گا تو میں تدریسی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پڑھنے چلا جاؤں گا سب نے یہ میری تمام شرطیں مان لیں اور میں نے بحیثیت نائب صدر مدرس وہاں کام کرنا شروع کر دیا۔

یہ واضح رہے کہ میرے والدین ناخواندہ ضرور تھے مگر دین داری ان میں بے حد تھی بڑے بھائی نے ہائی اسکول کے امتحان میں ضلع میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی جس کی بنیاد پر وہ کم عمری ہی میں پرائمری کے ٹیچر ہو گئے تھے نماز روزہ کے علاوہ مذہبی تعلیم سے کچھ زیادہ واقفیت نہ تھی خاندان یا اعزہ واقارب میں کوئی ایسا پڑھا لکھا نہ تھا جس سے کچھ تعلیمی رہنمائی حاصل کی جاتی پرورش لوح و قلم کا جذبہ اپنی ذاتی دلچسپیوں کا ثمرہ تھا۔

تدریس سے وابستگی کے بعد خواہ وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہو یا جامعہ ہمدرد تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف سے ہمیشہ جڑا رہا۔ میری یہ تمام سرگرمیاں کس قدر علمی ادبی اور مذہبی ہیں اس کا فیصلہ تو اہل علم کریں گے اتنا ضرور میں جانتا ہوں کہ

اچھے برے کے فرق کو جانے تری پسند
سادہ ورق سیاہ کئے جا رہا ہوں میں

جہاں تک رہی وعظ و تبلیغ کی بات تو اتنا تو میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں میرے اس عمل میں اخلاص شامل رہتا ہے، نام و نمود کے لئے میں نے اب تک کوئی کام نہیں کیا چوں کہ یہ مجھ پر اچھی طرح منکشف ہے کہ جو لوگ دین کی خدمت سچے دل اور اخلاص نیت سے کرتے ہیں اللہ انہیں عزت و شہرت سے ضرور سرفراز کرتا ہے، میری کتنی شہرت اور عزت ہے یہ تو میں نہیں جانتا اس کی پرواہ کئے بغیر میں ان علمی ادبی سرگرمیوں سے وابستہ ہوں، اب تک چھوٹی بڑی ۲۹ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور ۲۵۰ سے زائد علمی و دینی اور ادبی مقالات ملک و بیرون ملک کے مشہور جرائد و مجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔

جو کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے (تفصیل الرضا کے انٹرویو نمبر میں ملاحظہ کریں گے، ان کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد ۲۹، مرحلہ طباعت میں ۳ اور زیر قلم ۷ کتابیں ہیں، جن میں ایک آپ بیتی ہے جس کا نام "میری دنیا میرے لوگ" ہے۔ ادارہ الرضا ان تمام کتابوں کی تکمیل واشاعت کے لئے دعا گو ہے)

میری قلمی نگارشات علمی و تحقیقی مقالات کی شکل جو شائع ہوئے ۲۰۱۰ء تک کی تفصیل ڈاکٹر امجد اقبال کی تصنیف "عروج انجم" مطبوعہ دہلی ۲۰۱۱ء میں دیکھی جا سکتی ہے، البتہ ذیل میں ان رسائل و مجلات کے نام دئے جا رہے ہیں جن میں وہ مقالے شائع ہوئے ہیں۔ (یہ تفصیل قارئین "الرضا کے انٹرویو نمبر" میں ملاحظہ کریں گے)

سوال: مدارس سے جو طلبہ آپ کی یونیورسٹی میں آتے رہتے ہیں یا آرہے ہیں بالعموم ان کی ذہنیت کیا ہوتی ہے دین کی خدمت کے لئے عصری علوم کا حصول، یا محض طلب دنیا کے لئے۔ عام رجحان کے حوالے سے اچھا نہیں ہے مگر آپ نے محسوس کیا یہ سوال اس لئے اہم ہے مدارس کے لئے باصلاحیت مدرس کی دستیابی کم ہوتی جا رہی ہے۔

جواب: مدارس میں اچھے اساتذہ کی فراہمی کم ہوتی جا رہی اس کی وجہ مدارس کے طلبہ کا یونیورسٹی کی طرف آنا نہیں بلکہ مدارس کے تعلیمی نظام درست نہ ہونا ہے مدارس سے عصری جامعات میں میری معلومات کے مطابق وہی طلبہ آتے ہیں جو مدارس میں پڑھنے میں کمزور اور لاابالی ہوتے ہیں اچھے طلبہ عصری جامعات کا رخ ہی نہیں کرتے ہیں الا ماشاء اللہ اب تک میرا تجربہ یہی رہا ہے، جب بھی داخلہ کے لئے طلبہ کا انٹرویو لیا جاتا ہے تو مدارس کی کارکردگی سے بڑی مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایک مرتبہ جامعہ ہمدرد میں دینی مدارس کے فضلا کا انٹرویو لے رہا تھا مشرقی یوپی کے ایک اہم ادارہ کا فارغ التحصیل جس نے فضیلت کا امتحان پاس کیا تھا وہ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخلہ چاہتا تھا جب اس سے کچھ کتابوں کے بارے میں جو اس نے مدرسہ میں پڑھی تھیں معلومات حاصل کرنی چاہی تو اس نے ایک لفظ بھی بتا کر نہ دیا بالآخر میں نے آخری سوال اس سے یہ کیا کہ نماز عشاء میں کتنی رکعتیں ہوتی ہیں؟ بالترتیب بتائیے آپ کو تعجب اور افسوس ہوگا کہ وہ یہ بھی

نہ بتا سکا اب اس سے مدارس کی تعلیمی سرگرمیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

مدارس سے جو طلبہ عصری جامعات کا رخ کرتے ہیں ان میں بیشتر کا مقصد حصول دنیا ہی ہوتا ہے اس لئے وہ عصری جامعات کی چہار دیوار میں قدم رکھتے ہی ذہنی وفکری اعتبار سے بدلنا شروع ہو جاتے ہیں گھر سے جیسے اسٹیشن پہنچتے ہیں پہلے ٹوپی اترتی ہے، کرتا پاجامہ اترتا ہے اور چند مہینوں میں اگر غیرت نہیں ہے تو داڑھی کا صفایا ہو جاتا ہے جس کی یہ سوچ ہو اس سے خدمت دین کی امید رکھنا عبث ہے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم انہیں سند فضیلت تو دے دی مگر ہماری توجہ ان کی تربیت کی طرف گئی ہی نہیں اگر ہم نے ان کی تربیت صحیح ڈھنگ سے کی ہوتی تو آج عصری جامعات میں دینی مدارس کے فضلا کا یہ حشر نہ ہوتا۔

سوال: یہ بھی دیکھا جا رہا ہے کہ مدارس میں آٹھ سالہ زندگی گذارنے والے فارغ طلبہ جب کالج پہنچتے ہیں تو وہاں کی توبہ شکن رنگا رنگی ان کی آٹھ سالہ نفس کش زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے، اندر سے باہر تک وہ ایسا بدلتے ہیں کہ پہچان مشکل ہو جاتی ہے آپ برسہا برس سے ایسے افراد کا مطالعہ کر رہے ہیں کوئی خاص وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اس سلسلے میں صرف مدارس کے ذمہ داران قصوروار ہیں اگر ان کی تربیت مدارس میں ٹھیک ہوتی تو ان میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں آتی بدلتے وہی طلبہ ہیں جن کی مدارس کی دنیا میں صحیح تربیت نہیں ہوتی ہے مدارس کے اساتذہ سمجھتے ہیں کہ موٹی موٹی کتابیں پڑھا کر میں نے اپنا حق ادا کر دیا لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں تعلیم وتربیت دونوں دو چیزیں ہیں مدارس میں تعلیم پر تو زور ہوتا ہے مگر تربیت پر کوئی خاص توجہ نہیں ہوتی ہے۔ جن مدارس میں تربیت کا نظم ونسق ہے وہاں کے طلبہ عصری جامعات کی ہزار رنگینیوں کے باوجود بھی اپنی وضع قطع پر قائم رہتے ہیں، ۱۹۸۰ء سے یونیورسٹی کی دنیا میں ہوں مگر بحمدہ تعالی جو شکل وصورت مدارس میں تھی وہی اب بھی برقرار ہے جب کہ کئی بڑے عہدوں پر کام کرنے کا موقع ملا ہے اور آج بھی صدر شعبہ کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہوں، علی گڑھ یونیورسٹی میں ہمارے مدرسہ کے احباب جو یونیورسٹی میں پہنچ کر اپنا حلیہ بدل چکے تھے ان سے لباس کے موضوع پر اکثر بحث ومباحثہ ہوتا رہتا تھا جب مباحثہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نہ پینٹ شرٹ اسلامی لباس ہے اور نہ ہی شیروانی پائجامہ تو اب یہ دیکھنا ہے کہ اسلام سے قریب ترین کون سا لباس ہے ایسی صورت میں بلاشبہ شیروانی پائجامہ ہی اسلام سے قریب ترین لباس مانا گیا ہے، جب میں نے یہ دلیل دی تو ان لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی اور پھر کبھی کسی نے اس موضوع پر کوئی بحث نہیں کی مختصر یہ کہ مدرسہ کی تربیت ہے، جن مدارس میں تربیت درست نہیں ان کے طلبہ یونیورسٹی میں آکر بدل گئے میں نے محسوس کیا ہے کہ لباس کی تبدیلی، مزاج میں تبدیلی، مذہبی فکر میں تبدیلی انھیں طلبہ میں زیادہ آتی ہے جو مدارس کی دنیا سے ہی آزاد خیال رہتے ہیں جس میں غیر سنی مدارس کے طلبہ زیادہ ملوث ہیں۔ یہ طلبا اپنے کو علم دین بھی کہلانا گوارا نہیں کرتے ان طلبہ کی زندگیوں میں حیرت انگیز تبدیلی کیوں ہو جاتی ہے دینی مدارس کے ذمہ داران کو اس موضوع پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے، عصری جامعات کے منتظم کاروں سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ یونیورسٹی کے ماحول میں جو جرائم سرزد ہوتے ہیں ان میں دینی مدارس کے طلبہ پیش پیش ہوتے ہیں جب یہ آواز راقم کے کانوں سے ٹکرائی تو راقم کا سر ندامت سے جھک گیا کہ دینی مدارس کے علماء اس طرح کے غیر شائستہ امور میں کس طرح ملوث ہو جاتے ہیں کہیں یہ سب مدارس میں حبس بے جا اور نامکمل تربیت کا نتیجہ تو نہیں؟ عہد حاضر میں دینی مدارس کا حال تو یہ ہے کہ ایک مقررہ مدت تک طالب علم کو مدارس کی چہار دیواری میں قید رکھنے کے بعد علم وفضل اور اخلاق وکردار کی درستگی کی دستار دے دی جاتی ہے قطعا اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے کہ فارغ ہونے والا طالب علم:

۱۔ دینی ومذہبی قیادت کے اہل ہوا کہ نہیں؟
۲۔ اس میں سرداری کی اہلیت پیدا ہوئی کہ نہیں؟
۳۔ ارادہ میں استقامت ہے کہ نہیں؟
۴۔ جسم میں چستی وتوانائی، برائی سے تنفر اور اچھائی کی طرف مائل ہونے کا جذبہ بیدار ہوا کہ نہیں؟
۵۔ گفتگو میں خود اعتمادی اور کردار وعمل میں شائستگی اور متانت پیدا ہوئی کہ نہیں؟
۶۔ سوچ مثبت اور فکر صائب ہوئی کہ نہیں؟
۷۔ علم کے ساتھ عمل کی قدرت کا جذبہ بیدار ہوا کہ نہیں؟
۸۔ بصارت کے ساتھ بصیرت کام کر رہی ہے کہ نہیں؟
۹۔ امانت اور اعتماد نفس کا حوصلہ پیدا ہوا کہ نہیں؟
۱۰۔ اس میں ہٹ دھرمی تو نہیں؟
۱۱۔ معقول بات مان لینے کی عادت پڑی کہ نہیں؟
۱۲۔ ماضی سے سبق لے کر مستقبل میں قدم بڑھانے کی سکت پیدا

ہوئی کہ نہیں؟

۱۳۔ ضمیر کی رہنمائی میں کام کرنے کا جذبہ بیدار ہوا کہ نہیں؟

۱۴۔ خوشی اور غم میں بے قابو نہ ہونے کی صلاحیت ہے کہ نہیں؟

۱۵۔ صحت کی فکر ہے کہ نہیں؟

۱۶۔ اخلاق و کردار میں استحکام اور قوت ہے کہ نہیں؟

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مدرسہ کا فارغ التحصیل طالب علم ان تمام محاسن کا مجموعہ ہو تو ہم سب کے لئے لازم ہے کہ جس مدرسہ میں وہ پڑھ رہا ہے وہاں تعلیم و تربیت دونوں کا معقول بندوبست ہو اور اسی وقت ممکن ہے جب اس مدرسہ کے اساتذہ خود مہذب ہوں، جس سوسائٹی میں رہ رہا ہے وہ سوسائٹی مہذب ہو اور جن دوستوں کی جھرمٹ میں اس کے صبح و شام گذر رہے ہیں وہ سب تہذیب یافتہ ہوں۔ یہ یاد رہے کہ مدرسہ کے ذمہ داران نے ایک طالب علم کی تعلیم کے ساتھ اگر اس طرح تربیت کی تو وہ ہندوستان کی جامعات میں ہی نہیں بلکہ یوروپ کی دانش گاہوں میں جہاں کہیں بھی چلا جائے تو نہ تو وہ جادۂ حق سے بھٹکے گا اور نہ ہی صراط مستقیم سے منحرف ہوگا، بلکہ اسلامی تشخص کے ساتھ رہ کر وہ خود اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرے گا اور دوسروں کو بھی اسوۂ رسول کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے گا۔ اس موقع سے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ

ایک پتھر کی بھی تقدیر سنور سکتی ہے
شرط یہ ہے کہ قرینے سے تراشا جائے

سوال: پچھلے دنوں تک [illegible] شائع ہوتی ہیں رضویات پر کام ہونے کی خبریں پڑھنے کو ملتی تھیں [illegible] کام بھی بند ہیں [illegible] علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سے مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ میں ان کے انتقال سے ایک سال قبل ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پہ بہت کام [illegible] ہوئے اور حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کام کے افراد تلاش کیجئے وسائل میں فراہم کرتا ہوں [illegible] سال کے اندر ان کا وصال ہو گیا پھر اس کے بعد جماعت میں جو بھونچال آیا وہ آپ [illegible] اعلیٰ حضرت پہ کام [illegible] تھا وہ جماعت چاہے بھی قرض ہے اس قرض کو کیسے ادا کیا جائے اعلیٰ حضرت داخلی و خارجی دونوں سطحوں پر جماعتی شناخت ہیں، ان پر مختلف جہات سے کام ہونے کا مطلب یہ ہے جماعتی کام ہو رہا ہے۔ واضح رہے اس سے میری مراد جماعت کے دیگر افراد کی خدمات کو فراموش کرنا نہیں بلکہ منظم لائحہ عمل کے ساتھ موضوع پر کام کرنے کا ہے کیوں کہ رضویات کی وسعت میں یہ سارے موضوعات سمٹے ہوئے ہیں مگر "امام اہل سنت" ہونے کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت پر ہر جہت سے کام ہونا ضروری تھا اور ہے ہمارے بزرگوں نے یہ بھی کیا ہے۔ نئے حالات میں بڑی فکری تبدیلیاں آئی ہیں جو بزرگوں کی سوچ سے میل نہیں کھاتیں آپ اس تعلق سے کیا فرماتے ہیں۔

جواب: امام احمد رضا کہ شخصیت کا نام نہیں بلکہ ادارہ کا نام ہے ان کی شخصیت کے حوالے سے جتنا بھی کام کیا گیا ہے وہ نہ کے برابر ہے ان کی شخصیت کے بہت سے گوشے ایسے ہیں جن کی طرف ابھی محققین کی نظر ہی نہیں گئی ہے، خدا مغفرت پروفیسر مسعود احمد نقشبندی کی انہوں نے امام اہل سنت پر انسائیکلو پیڈیا کے انداز میں کام کرنے کا ایک خاکہ تیار کیا تھا مگر عمر نے وفا نہ کی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے اب ہم میں ایسے قلم کار ہیں جو اس کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں انہیں اس طرف توجہ دینی چاہئے ان کے خلفاء، وارشد تلامذہ پر کام در اصل ان پر ہی کام کرنے کے مترادف ہے ہمیں اس کام کو کوئی دوسرا کام نہیں سمجھنا چاہئے جو جس سے قریب ہے اس کی خدمات کا جائزہ لینا اس کی ذمہ داری بنتی ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۹۲ء میں رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام ہونے والے مفتی اعظم سیمینار و کانفرنس کے موقع پر ممبئی کی سرزمین پر علامہ ارشد القادری کی سرپرستی میں پھول والی گلی کی مسجد میں علماء و قلم کاروں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں ایک منظم خاکہ تیار کیا گیا تھا لوگوں کے درمیان ان کے ذوق کے مطابق موضوعات تقسیم کئے گئے تھے اس ساری جد و جہد کا بھی وہی حشر ہوا جو علمائے اہل سنت کی دوسری میٹنگوں کا ہوتا ہے یعنی **نشستند خوردند برخاستند**۔ تنظیمی لحاظ سے اس جماعت کے اندر کام ہونا بڑا مشکل ہے یہ میرا اپنا تجربہ ہے اب صرف ایک ہی صورت بچتی ہے کہ جو جہاں ہے جس طرح چاہے اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرے یہ واضح رہے کہ کسی کا کوئی کام رائیگاں نہیں جاتا ہے اشاعت کے لئے معاونین مل ہی جاتے ہیں۔ کام کرنے والے کام کر رہے ہیں اور ان کی مثبت و منفی دونوں نگارشات سامنے آرہی ہیں۔

سوال: آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ کی یونیورسٹی سے

رضویات پہ کتنے کام ہوئے ہیں خاص کر آپ کے ماتحت کام کی نوعت کیا رہی ہے اور کتنے ایسے گوشے ہیں جن پر کام ہونا ضروری ہے؟

جواب: جامعہ ہمدرد نوخیز ادارہ ہے مئی ۱۹۸۹ء میں اس کا قیام عمل میں آیا ابھی اسے قائم ہوئے صرف ۲۶ سال ہوئے ہیں ہمارے شعبہ میں پہلے اساتذہ صرف تحقیق کا کام کرتے تھے جب صدر شعبہ کی حیثیت سے شعبہ کا چارج میں نے سنبھالا تو بی اے اور ایم اے کی تعلیم کا آغاز ہوا مدارس کی اسناد منظور کی گئیں وہاں دینی مدارس کے طلبہ کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا جس تیزی سے دیوبندی مدارس کے طلبہ و طالبات اس ادارہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ جوش سنی مدارس کے طلبہ میں نظر نہیں آیا اور جو طلبہ آئے بھی وہ اس قابل نہیں تھے کہ ان سے کوئی معیاری تحقیقی کام لیا جاسکے مشکل سے انھوں نے بی، اے اور ایم، اے کا امتحان پاس کیا اور گھر واپس گئے کچھ طلبہ جو اس وقت پی ایچ ڈی میں رجسٹرڈ ہیں براہ راست امام اہل سنت کی شخصیت پر کسی کا کام نہیں، ضمنی طور پر ان کا تذکرہ تحقیقی مقالوں میں شامل ضرور ہے، البتہ کچھ نگارشات رضویات کے تعلق سے جو میرے ناتواں قلم سے منظر عام پر آئی ہیں ان میں دو کتابیں اور درج ذیل مقالات قابل ذکر ہیں۔

کتب:

۱۔ امام احمد رضا کے افکار و نظریات۔ ایک تقابلی مطالعہ دہلی ۲۰۰۹ء

۲۔ امام احمد رضا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء

مقالات

۳۔ کنز الایمان فکر ولی اللٰہی کا سچا ترجمان: معارف رضا کراچی پاکستان ۲۰۰۹ء

۴۔ **پیش لفظ** اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی از ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۸ء

۵۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا قادری
سہ ماہی افکار رضا (خصوصی شمارہ) ممبئی جلد نمبر ۲۰۰۸ء

۶۔ مولانا احمد رضا کی عربی نعتیہ شاعری
نعت رنگ سالنامہ کراچی دسمبر ۲۰۰۵ء شمارہ ۱۸

۷۔ فاضل بریلوی کے گمنام خلیفہ مولانا محمود جان
ماہنامہ قادر دہلی نومبر ۱۹۸۵ء

۸۔ امام احمد رضا اور فن تاریخ گوئی / معارف رضا کراچی ۱۹۸۷ء

۹۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری / معارف رضا کراچی ۱۹۸۹ء

۱۰۔ بیسویں صدی میں امام احمد رضا کی معنویت
مجلہ امام احمد رضا کانفرنس (بیسویں صدی کے عظیم مفکر) دہلی ۱۹۹۹ء

۱۱۔ کلام احمد رضا کی چند اہم خصوصیات
وقار میگزین وقار الملک ہال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۸۳ء

۱۲۔ مولانا شاہ احمد رضا قادری
سالنامہ پیغام رضا سیتامڑھی بہار ۱۹۸۸ء

۱۳۔ جامعہ منظر اسلام اور نظام حیدر آباد
معارف رضا کراچی جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۱ء

۱۴۔ مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری علمائے ازہر کے حوالے سے
افکار رضا ممبئی جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۱ء

نوٹ (۱) امام احمد رضا کا **قصیدتان رائعتان** فاضل عربی ادب دوسرا پرچہ اور فاضل معقولات کے دوسرے پرچہ میں **الکلمۃ الملھمۃ** میں مدرسہ بورڈ اتر پردیش میں داخل نصاب خود میں نصاب سازی کے وقت کیا ہے۔

(۲) جن مقالات کی فہرست سطور بالا میں دی گئی ہے وہ مقالے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔

جہاں تک رہی بات امام احمد رضا کے علمی گوشوں کی جو ابھی تشنہ ہیں وہ علوم ہیں جن کا تعلق عصری سائنس سے ہے اگر ان گوشوں پر کام ہو جائے تو دنیا دیکھ لیتی کہ ایک عالم دین کی منقولات و ادبیات کے علاوہ عقلی علوم میں رسائی کہاں تک ہے یہ کام مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں ان علوم کے ماہرین کو اس کی طرف توجہ دلانی ہوگی کاش جماعت اہل سنت کے قلم کاروں کی ایسی کوئی تنظیم ہوتی جس میں قدیم و جدید دونوں علوم کے ماہرین شامل ہوتے۔

سوال: ابھی جماعت اہل سنت میں جو انتشار ہے وہ آپ سے مخفی نہیں اس انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ ایسے عناصر ابھر کر سامنے آئے ہیں جو جماعت میں رہتے ہوئے صلح کلیت اور غیر مقلدین کے نظریات کو فروغ دے رہے ہیں جیسے غیر مقلدین سے ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تعریف، جمع بین الصلاتین، قرأۃ خلف الامام کی تائید، مقلد رہتے ہوئے امام معین کی پیروی کے خلاف بیانات، اہل قبلہ کی تکفیر سے انکار، اس موضوع پر کتابوں کی اشاعت وغیرہ، ماہنامہ جام نور اور خانقاہ سراواں الہ آباد کے ذمہ داران اور ان سے وابستہ افراد اس میں پیش پیش ہیں ان کو دیکھتے ہوئے جماعت کی طرف سے مستقل خاموشی چھائی ہوئی ہے کیا یہ خاموشی جماعت کے لئے مفید ہے؟ آپ ان عناصر کو شرعی اور جماعتی اعتبار سے کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس بے راہ روی کے اسباب کیا ہیں؟ اس نئی وبا سے اہل سنت کو کیسے روکا جائے؟

جواب: آپ نے اپنے سوال میں جن امور کی طرف اشارہ کیا ہے وہ بلا شبہ مسلکی اعتبار سے کافی نقصان دہ ہیں مگر لوگ سستی شہرت کے لئے وہ سب کچھ کر جاتے ہیں جس سے مسلک کو نقصان پہنچ جاتا ہے ایسے لوگوں کے سامنے پہلے اپنی ذات ہوتی ہے پھر مسلک! کہیں ایسا انہیں کرنے پر مالی منفعت مجبور کرتی ہے اور کہیں شہرت! مگر کیا کیجئے گا ہر دور میں ایسے لوگ رہے ہیں فسادِ عمل کے باوجود مسلک حق زندہ و تابندہ رہا ہے۔ جہاں تک رہی بات صلح کلیت کی تو اس کی صحیح تشریح عوام کے سامنے آنی چاہئے کہ اصل صلح کلیت کیا ہے؟ ابھی اس موضوع پر جو ہمارے علماء کے درمیان بحث و مباحثہ ہوا اس کے مثبت نتائج کو عوام کے سامنے نہیں، ایسے بس میں سفر کرنے سے ایک سنی صحیح العقیدہ صلح کلی نہیں ہو جاتا ہے جس میں دیوبندی مکتب فکر کے مسافر سفر کر رہے ہوں، ہوٹل میں ایک میز پر بریلوی اور دیوبندی کے ایک ساتھ کھانا کھانے سے بریلوی صلح کلی نہیں ہو جاتا ہے جیسا کہ ہمارے بعض علماء کا خیال ہے، اس لئے اکابر علمائے سلف کی تحریروں اور ان کے معمولات کی روشنی میں ایک سچی تشریح صلح کلیت کی ہونی چاہئے جس سے نہ صرف عوام بلکہ علماء اس صلح کلیت کی دبا سے بچ سکیں اور جو ہمارے علماء اکابر علمائے سلف کی روش کے خلاف کر رہے ہیں جس کے باعث غیر مقلدیت کو فروغ مل رہا ہے، جماعتی سطح پر ان کا بائیکاٹ ہونا چاہئے۔

سوال: آج تصوف کے نام پر ایسی ایسی باتوں کو فروغ دیا جا رہا ہے کل جس کے خلاف ہمارے اکابر نے مخلصانہ جد و جہد کی ہے، [illegible] تصدیق سے انکار، تصدیق کے باوجود [illegible] میں نماز [illegible] دینی پروگراموں میں شرکت، اپنے یہاں دینی محافل میں [illegible] شرکت [illegible] تقاریر وغیرہ ،اہل سنت و جماعت میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں مگر تصوف اور صوفیہ کے نظریہ وسعت کی آڑ لے کر آج جماعت اہل سنت میں ان چیزوں کو جبراً داخل کیا جا رہا ہے، اور اس کے خلاف آواز بلند کرنے والے [illegible] جا رہے ہیں یہ صورت حال بتا رہی ہے کہ جماعت اہل سنت ابھی داخلی فتنوں سے دوچار ہے آخر اس فتنہ سے نمٹنے کے لئے کون سا طریقہ کار اپنایا جائے۔

جواب: ملت اسلامیہ ہر دور میں داخلی اور خارجی فتنوں سے دوچار رہی ہے فتنہ کے موضوعات ہر دور میں تبدیل ہوتے رہے ہیں آج تصوف کی آڑ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے مقدس صوفیائے کرام کی شبیہ بگاڑنے کی مذموم کوشش ہے ہر اس چیز کو تصوف کا نام دیا جا رہا ہے جو ہمارے اکابر مشائخ کرام کے کبھی ذہن و دماغ میں بھی نہیں آیا ہوگا۔ صوفیانہ میوزک، صوفیانہ رقص، بد عملی، گیسو درازی، لال پیلے کپڑے پہن کر یکجہتی کے نام پر بلا تفریق مسلک و ملت ہر ایک ساتھ نشست و برخاست، اور نہ جانے کیا کیا تصوف کے نام پر کیا جا رہا ہے ایسے لوگ مجاہدہ، توکل، صبر و شکر، زہد و ریاضت، توبہ و استغفار، اطاعت و محبت، ذکر و اذکار، خلوص و للہیت، محاسبہ و خاموشی، توحید و محبت الٰہی ،خوف خداوندی، طہارت و پاکیزگی، صدق و صفا، بے تعلق اور شہوت و ریاکاری، حسد و تکبر، حب دنیا، غضب و بخل سے نفور کا کوئی معاملہ نہیں ہوتا ہے جن پر ہمارے اکابر صوفیا اور بزرگان دین کا عمل رہا ہے ۔حد تو ہے جو حضرات صوفی ازم کے مخالف ہیں وہی حضرات عصری جامعات میں تصوف کا درس دے کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا ۔۔۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں جنھیں صوفیاء سے عقیدت نہیں وہ تصوف کا درس کیا دیں گے

بے عشق محمد جو پڑھاتے ہیں بخاری ۔۔۔ آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

جہاں تک میں نے محسوس کیا ہے کہ تصوف کے درس سے ان طلبہ کو نہ صرف تصوف سے دور کیا جا رہا ہے بلکہ صوفیاء کرام کا بھی مخالف بنایا جا رہا ہے۔

ایسے ماحول میں ہمیں چاہئے کہ اصل تصوف کو جس قدر عام ہو عام کرنا چاہئے تاکہ بندگان حق کا رشتہ ان کے معبود سے مربوط ہو سکے اور ایسا صرف عملی تصوف ہی سے ممکن ہے، نظریاتی تصوف پر ابھی ہمیں توجہ نہیں کرنی چاہئے جب تک ہمارے قدم استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر نہ گامزن ہو جائیں۔

اپنے دینی و مسلکی تشخص کے ساتھ ہمیں ہر جگہ رہنا چاہئے خواہ وہ ادبی محافل ہوں یا دینی، مذہبی اجتماعات ہوں یا سیمینار و کانفرنسیں، اپنوں کی محفل ہو یا غیروں کی آمیزش، ہماری یہ سوچ ہے ممکن ہے کہ غلط ہو کہ تقریر کسی اسٹیج پر ہو اور تحریر کسی بھی رسالہ میں شائع ہو بات اپنی ہونی چاہئے اور مسلکی تشخص اس میں نمایاں ہونی چاہئے۔ بحمدہ تعالیٰ میں تقریباً ۳۵ سال سے یونیورسٹی کی دنیا میں ہوں مگر جو میرا مزاج ۳۵ سال قبل مدرسہ کی دنیا میں تھا اور مرا جو مسلکی شناخت یونیورسٹی میں آنے سے قبل تھی وہ اب بھی باقی ہے اور نہ صرف باقی ہے بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا ہے، حق بات کہنے اور لکھنے کی جرات پیدا ہوئی ہے **دار العلوم دیوبند کا بانی کون؟** جیسی کتاب لکھ کر یہ ثابت کر دینا آسان نہیں کہ اس ادارہ کے اصل بانی حاجی عابد حسین ہیں جو

سلسلہ قادریہ میں میاں راج شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سوندھ ہریانہ کے خلیفہ تھے اور ان کے یہاں ہر ہفتہ محفل میلاد کا انعقاد ہوتا تھا جس میں وہ زر کثیر خرچ کیا کرتے تھے۔ آج کل اس ادارہ پر علمائے دیوبند کا غاصبانہ قبضہ ہے ہمیں اس کی بازیابی کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے۔

سوال: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا۔ ۱۴۴۰ھ میں سو سال مکمل ہو جائیں گے، جماعت اہل سنت میں عالمی سطح پر جشن امام احمد رضا منانے کی تیاری چل رہی ہے۔ تنظیم اور مدارس اپنے اپنے اعتبار سے اس کی تیاریاں کر رہے ہیں اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے جو اس جشن کو عالمی یادگار اور تاریخ ساز بنا سکے۔ آپ اس جشن کی کامیابی کے لئے کن خطوط پہ کام کرنا پسند کریں گے؟

جواب: امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سال ولادت کے بحمدہ تعالیٰ سو سال مکمل ہو رہے ہیں اس سال کو یادگاری طور پر منایا جانا چاہئے اس سلسلے میں میری چند تجاویز ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ہندوستان کے ۱۲ بڑے شہروں میں ہر ماہ امام احمد رضا کانفرنس منعقد کی جائے اور سال کے اختتام پر رام لیلا گراؤنڈ دہلی میں اس سلسلے کا آخری اجلاس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جائے۔

۲۔ امام احمد رضا کے تمام معتقدین بطور خاص لوگ جو امام احمد رضا کے نام سے اپنی روٹیاں سینک رہے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اس سلسلے میں وہ کلیدی کردار ادا کریں۔

۳۔ اعلیٰ حضرت کی جو کتابیں اب تک شائع نہیں ہو سکی ہیں انہیں منظر عام پر لانے کی جدوجہد کی جائے۔

۴۔ اعلیٰ حضرت کے نام سے مدارس اور عصری جامعات میں ہونہار اور لائق و محنتی غریب طلبہ کے لئے اسکالرشپ جاری کئے جائیں۔

۵۔ اپنے علاقہ میں اگر کوئی روڈ کسی نام سے منسوب نہیں تو اسے امام احمد رضا روڈ رکھنے کے لئے حکومت وقت سے سیاسی جدوجہد کیا جائے۔

۶۔ امام احمد رضا کے نام سے کتنے مدارس چل رہے ہیں اور ان پر اب تک کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور عصری جامعات یا دینی مدارس میں کتنے تحقیقی مقالے لکھے جا چکے ہیں جن پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ایوارڈ کی جا چکی ہے، اس کی تفصیل شائع کی جائے۔

۷۔ دینی مدارس میں طلبہ کے درمیان امام احمد رضا کی شخصیت پر تقریری اور تحریری مقابلے کرائے جائیں۔

۸۔ مدارس کے علاوہ امام احمد رضا کے نام پر ہاسپیٹل کھولنے کے لئے بھی جدوجہد کی جائے۔

۹۔ اہل سنت و جماعت کے کسی ایک نمائندہ ادارہ کو جو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی شرطوں پر پورا اتر رہا ہو اسے یونیورسٹی کا درجہ دلانے کی جدوجہد کی جائے۔

۱۰۔ امام احمد رضا ایوارڈ ہر سال کسی ایسی شخصیت کو دیا جائے مجموعی طور پر جس کی علمی و دینی خدمات قابل ستائش ہوں۔ اس سلسلے میں تعلقات، علاقائیت، تعصب کو بالائے طاق رکھا جائے۔

سوال: دوماہی الرضا اپنے ایک سالہ تکمیل پہ یہ انٹرویو نمبر شائع کر رہا ہے اس سے پہلے کے شماروں نے بھی جماعت اہل سنت کے حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل کی آپ الرضا کے توسط سے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے۔

جواب: دوماہی الرضا کے کچھ شمارے میری نظر سے گذرے ہیں رسالہ قابل قدر ہے اس میں شائع ہونے والے مضامین بھی معیاری ہیں اس رسالہ کا اپنا ایک خاص مزاج ہے اسی تعلق سے اس مجلہ میں اسی نوعیت کے خاص مضامین شائع ہوتے ہیں جو قابل قدر ہے کم از کم اتنا تو ہے کہ اگر کوئی امام احمد رضا پر کام کرنا چاہتا ہے تو ہندوستان میں الرضا اور پاکستان میں معارف رضا کے نام کی نشاندھی تو کی جا سکتی ہے، اہل سنت و جماعت کے پلیٹ فارم سے جتنے رسالے و مجلات شائع ہوتے ہیں سب کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہونا چاہئے کسی کا تعلق درسیات سے ہو، کسی کا تعلق ملت اسلامیہ کے سماجی مسائل سے ہو۔ کسی کا تعلق تصوف سے ہو۔ کسی کا تعلق ادبیات سے ہو، کسی کا تعلق تحقیقات سے، کسی کا تعلق نسائیات سے، کسی کا تعلق نعتیات سے، کسی کا تعلق رضویات سے، کسی کا تعلق شخصیات سے اور کسی کا تعلق بچوں کے لئے اسلامی اور اصلاحی کہانیوں سے ہو، الغرض اسپیشلائزیشن کا زمانہ ہے اسے ہمیں مد نظر رکھنا چاہئے۔

دوماہی الرضا بلاشبہ قابل قدر ہے ہر شعبۂ علم کے لئے بھی اس کا مطالعہ مفید ہوگا اس میں شائع ہونے والے مقالات ایمان و عقیدہ درست کرنے کے ساتھ ساتھ عشق باللہ، عشق بالرسول اور تعلق باولیاء اللہ پیدا کرنے میں ممد و معاون ہوتے ہیں اور ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو اس کے علاوہ اور کیا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس مجلہ اور اس کے کارکنان و معاونین کو شاد و آباد رکھے آمین۔

امام احمد رضا ہی نقطۂ اتحاد کیوں؟

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری: الجامعۃ الرضویہ پٹنہ

اس وقت دنیا میں موجود مذاہب کی فہرست میں صرف مذہب اسلام کی ہی یہ امتیازی شان ہے کہ یہ اپنی اصلی حالت میں من وعن موجود تھا، ہے اور رہے گا۔ چوں کہ اس کی حفاظت خدائے وحدہٗ لاشریک کی حی اور باقی رہنے والی ذات فرما رہی ہے، اور دینی حفاظت کا قدرتی نظام اتنا اچھا ہے کہ جب جب اسلام پر کوئی خوفناک طوفان اُٹھتا ہے تو چوں کہ یہ دین بندوں کی صلاح وفلاح اور اصلاح و ہدایت کے لیے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں ہی میں سے کبھی جماعت اور کبھی فرد کو چنتا ہے۔ ہاں اگر فرد کو بھی اس عظیم کام کے لیے چنے تو جماعت کو اس کے ساتھ لگا دیتا ہے، اور پھر ان سے ایسا کام لیتا ہے کہ اسلام کا چہرہ پھر کھل اُٹھتا ہے۔ اور دنیا دیکھتی ہی رہ جاتی ہے۔ مثلاً حضور سیدنا امام اعظم، حضور سیدنا امام احمد بن حنبل، حضور سیدنا غریب نواز......وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جنھوں نے اپنے اپنے عہد میں اسلام، حیاتِ اسلام اور بقائے اسلام کے لیے اپنی اپنی ہستی وقف کر دی۔ جن کے گرد اگرد ایک دنیا سمٹ آئی اور خوب خوب فیض یاب ہوئی۔ جنھیں عالمی آفاقی شخصیت ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بعد کے دور میں حضور سیدنا امام ربانی، حضور سیدنا عبدالحق محقق دہلوی، حضور سیدنا اسماعیل نبہانی اور حضور سیدنا امام احمد رضا مجددِ اعظم بریلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اسلامی اقدار ومعیار کے تحفظ میں جن کا عالمی ریکارڈ ہے۔ جن کی شہرت و مقبولیت کا سورج چمکا تو چمکتا ہی چلا گیا۔ ان میں آخر الذکر شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مجدد بریلوی کی ہے، جن کی آفاقیت کے حوالے سے اس مضمون میں ہمیں کچھ کہنا ہے۔ مذکورۃ الصدر بزرگوں کی طرح انھیں کے فیضان اور انھیں کے افکار کو غبارِ زمانہ سے محفوظ رکھنے کی برکتوں سے جب سے آپ کی علمی، فکری، عملی، عالمی شہرت ہوئی ہے تب سے اب تک آپ کو دنیا کے سنّی مسلمانوں کی قیادت کا افتخار حاصل ہے اور پوری سنّی دنیا آپ کے قریب احترام وعقیدت سے حاضر ہے۔ الحمدللہ امام اہلِ سنّت کا تاج جو آپ کے سر سجا تھا، اس کی تابانی نہ صرف یہ کہ باقی ہے بلکہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ یہ اس زمینی حقیقت کا غماز ہے کہ کل کی طرح آج بھی آپ عالمی سنّی مسلمانوں کا نقطۂ اتحاد اور مرکزِ ثقل ہیں۔ **اللھم زد فزد**

ہمارے اس دعوے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ جس طرح ہمارے اکابر و اسلاف دشمنوں کی نظر میں کانٹے کی طرح چبھتے اور ان کا تیر جفا کھاتے اور مسکراتے رہے، آج امام احمد رضا اسی طرح ان سب دشمنانِ اسلام کی نظر میں چبھ رہے ہیں۔ اور رنگ برنگ حیلہ اور بہانہ سے وہ سب آپ کی کردار کشی پر تلے ہیں۔ اپنے مانیں یا نہ مانیں، غیر خوب مان رہے ہیں کہ ایک امام احمد رضا کو مجروح کر دو، اسلام وسنیت کا محل خود ہی زمین بوس ہو جائے گا۔ قطع کلام معاف! یہاں پر ہم تمام سنیوں کی سوچ متحدہ طور پر یہ ہونی چاہیے کہ ایک امام احمد رضا کو بچالو، اسلام کا نظام بھی بچے گا اور دین کا مقام بھی۔ مسلمانوں کی عظمت بھی بچے گی اور قوم وملت کی عزت بھی۔ علم کی مسند بھی زرنگار رہے گی اور عمل کی دستار بھی۔ الحمدللہ بہت بڑی جمعیت و جماعت اس کام میں خلوص وللّٰہیت سے منہمک ہے۔ تمنا ہے کہ وہ بھی شامل ہو جائیں جو ذرا اِدھر اُدھر ہو کر بدک گئے ہیں۔ دیکھیے اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کیسی کیسی منظم،

منصوبہ بند اور مستحکم سازشیں ہو رہی ہیں۔

اور ہم ہیں کہ گلستاں کی ہوا دیکھ رہے ہیں

حضرت مولانا محمد علی فاروقی صاحب رائے پور، چھتیس گڑھ تحریر فرماتے ہیں:

""مسلمانوں کی ذہنی تبدیلی کے لیے ۱۸۵۲ء میں ماؤنٹ کارل پر مشنری نظام قائم کرنے والا ایک صلیبی ہی تھا۔ جب اس کے نتائج سامنے آنے لگے اور لوگ کھلے عام محسوس کرنے لگے کہ اس مشنری نظام کے تحت تعلیم پانے والے افراد نہ صرف عالم اسلام کے لیے انتشار کا ذریعہ بن رہے ہیں، بلکہ فکری طور پر مسلمانوں جیسا نام رکھنے کے باوجود وہ اسلام سے متنفر اور انگریزوں کے قریب دکھائی دے رہے ہیں تو ۱۸۳۱ء میں پاپائے روم نے بھی اس کی سرپرستی شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں ایک پوری نسل برائے نام مسلمان رہ گئی اور وہ عشق رسول جس پر طوبیٰ کی بہاریں قربان ہیں، وہ عشق رسول جس کے سامنے کہکشاں کا جمال شرمندہ ہے، اُس سے مسلمان نہ صرف دور ہونے لگا بلکہ اس کا تمسخر اور مذاق اُڑانے لگا، جس کی وجہ سے وہ نہ صرف اپنے مرکز سے دور ہوتا چلا گیا بلکہ عشقِ رسول، عظمتِ اولیا اور اُلفتِ دین وملت کی سرفرازیوں سے بھی محروم ہونے لگا۔""

(امام احمد رضا پر صہیونیت کی یلغار، ص ۵۰)

صلیبی دامِ تزویر نے ایمانی سوتوں پر کیسی کیسی ضرب لگائی اس کا کچھ اندازہ برطانوی جاسوس ہمفرے کے اعترافات سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ جسے انگلستان کی نو آبادیاتی وزارت نے مصر، عراق، ایران اور حجازِ مقدس وغیرہ کی جاسوسی پر مامور کیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اسے ایک ہدایت نامہ بھی دیا گیا تھا جس کا عنوان تھا ''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیوں کر مٹایا جاسکتا ہے؟''

یہاں تک کہ ان منصوبوں میں وہ دفعات بھی درج تھیں جہاں سے پیغمبر اسلام، اہلِ بیت عظام اور اولیائے کرام سے عشق ومحبت کے بجائے نفرت واہانت اور گنبد خضریٰ کی تاراجی کا سوتا پھوٹتا ہے۔ ان جاسوسوں نے اپنا مشن اس کامیابی سے چلایا کہ آج ملتِ اسلامیہ تاریخ کے اس نازک دور میں پہنچ گئی ہے جہاں ان کے تحفظ وبقا پر ہی سوالیہ نشان لگ چکا ہے۔ موجودہ نسل میں بے شمار افراد ایسے بھی جنم لے چکے ہیں جو نہ صرف اپنے ماضی سے متنفر اور اپنے انقلاب آفریں تہذیب وتمدن سے دور ہیں بلکہ اب تو اسلامی تمدن، اسلامی تہذیب، عظمتِ مصطفیٰ، احترام اولیا تک سے اتنے متنفر نظر آنے لگے کہ جہاں عظمت رسول، احترام مصطفیٰ، اکرام اولیا کی بات آئی کہ کفر وشرک کا جنات سوار ہوگیا۔ زمین ہموار دیکھ کر وہ عشق رسول جس نے مسلمانوں کو سدرۃ المنتہیٰ کا عروج بخشا، اسی کو نشانہ بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے اس کو مٹانے کے لیے پورا یورپ اور امریکہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایسے نازک ماحول میں امام احمد رضا مجدد اعظم بریلوی نے نہ صرف ان کی سازشی چالوں کو مدنی فکر اور بغدادی نظر سے دیکھا بلکہ عشقِ رسول کے تحفظ کے لیے آپ سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ گئے۔ آپ کی تحریک میں ایسی تاثیر تھی کہ نا اُمید ذہنوں میں اسلامی تہذیب، اسلامی کلچر، اسلامی تاریخ، اسلامی روایات کے ساتھ سے عشقِ مصطفیٰ، عظمتِ اولیا، احترام منسوبات کی وہ توانائی پیدا کی کہ ضرب ید اللّٰہی کا فیضان، روحِ بلالی کا سوز اور جذبۂ حسینی کا نمائندہ بن کر ہند سے لے کر امریکہ تک ہر جگہ باطل پرستوں کو للکارنے والے بے شمار فرزندانِ اسلام نظر آنے لگے۔ بیت المقدس سے لے کر گنبد خضریٰ تک صہیونی فکر کو چیلنج کرنے والے عاشقانِ مصطفیٰ میلاد، فاتحہ، درود وسلام، عرس، نذر ونیاز اور تمام مراسمِ محبت کے دیوانے دکھائی دینے لگے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، عالمی کارنامہ ہے امام احمد رضا کا۔ یہ آپ کا کارنامہ ایسا تاریخی اور سحر انگیز ثابت ہوا کہ آپ کی پوری فکری بساط کو لوگ خودی یا بے خودی میں بریلوی کہنے لگے۔ آج اگر کوئی اپنے بریلوی ہونے کا انکار کر دے تو عام لوگوں کی نظر میں وہ کھٹکنے لگے گا۔ اور اُس کو وہابی، دیوبندی یا کچھ اور کہنے لگیں گے۔ آپ کا یہ انقلابی اقدام صہیونیوں کی نظر میں چبھتا ہی تھا۔ چوں کہ صیہونی سورماؤں کا فکری محور یہ ہے کہ عشق وعرفان، تقویٰ وطہارت اور عظمت وتقدس کے ہر نظریے، ہر زاویے اور ہر فکر کو تہس نہس کر دیں تا کہ مسلمان دین سے دور ہو جانے کی وجہ سے ان کی ذہنی غلامی میں پھنس کر رہ جائیں۔ جبکہ امام احمد رضا کا مشن، اسلامی تہذیب، اسلامی فکر ونظر کے ساتھ عشق ووفا کے ہر اُس مرکز، اس نظریہ، اور اس آفاقیت علم بردار ہے جہاں سے قلب وضمیر کو توانائی ملتی ہو۔ عشق رسول کی بادِ بہاری کے تقویٰ وطہارت کے گلشن مسکراتے ہوں اور دلوں کے آفاق پر عظمت وتقدس کا پرچم لہراتا ہو۔

دنیا پر باریکی سے گہری نظر رکھنے والا فرنگی مشن خوب جان رہا

ہے کہ اسے مطلوبہ اہداف تک پہنچنے میں دشواری کہاں سے آرہی ہے۔ ان حالات میں صلیبی مشن کو کامیابیوں سے ہمکنار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام احمد رضا کی شخصیت ہی نہیں، ان کے مشن کو مجروح کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ ادنیٰ تامل سے بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بڑی خفیہ تدبیر سے یہ کام انجام بھی پارہا ہے۔ ابھی دو تین مہینہ پہلے دہلی میں امام احمد رضا اور ان کے افکار کی حاملین خانقاہ اور شخصیات کو قصداً چھوڑ کر ''صوفی کانفرنس'' ہوئی، جس میں مشہور عالم صیہونی ایجنٹ ڈاکٹر طاہر القادری کو ...... خصوصی طور پر بڑے اعزاز سے بلایا گیا۔ حالانکہ وہ اعلیٰ حضرت ہی ہیں جنھوں نے کل تصوف کے بکھرے چہرے پر جمی بدعات وخرافات کی دھول کو شریعت کے آبِ حیات سے صاف کیا تھا۔ طریقت کے جسم میں شریعت کی روح ڈالی تھی۔ معرفت کے رخِ زیبا پر حقیقت کا غازہ ملا تھا۔ اور بڑی محنت سے روحانیت کو اس کا اصلی روپ بخشا تھا۔ تب جا کر تصوف کی جان میں جان آئی تھی، اور آج عالم یہ ہے کہ

گلستاں کو لہو کی ضرورت پڑی سب سے پہلے ہماری ہی گردن تھی
پھر بھی کہتے ہیں مجھ سے یہ اہلِ چمن یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

یہ صوفی کانفرنس میں امام احمد رضا کے ذکر وتذکرے سے مطلقاً گریز۔ یہ صیہونی منافق طاہر القادری جسے اب لوگ طاہر الپادری اور بعض تو نجس الپادری بھی کہتے ہیں، کی شرکت، شریعت بیزار حرکات و سکنات کی نمائش.... آخر کیا ہے یہ ؎

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

کیا اب بھی آپ کو یقین نہیں آیا کہ بڑی خوب صورتی اور چابک دستی سے صیہونی مشن اپنا کام کر رہا ہے۔ اور جگہ جگہ اس نے مختلف روپ اور بھیس میں اپنے کارندے مقرر کر رکھے ہیں۔ بڑے بڑے صاحبانِ جبہ ودستار اس دامِ فرنگ کے اسیر ہو گئے ہیں، جو مختلف دینی شعبوں پر تو اثر انداز ہو ہی رہے ہیں، تصوف جیسی پاکیزہ و بالیدہ چیز جس سے کثیف روح بھی لطیف ہوجاتی ہے، کے جسم نازنین کو بھی چھلنی کرنے پر تلے ہیں۔

صوفی کانفرنس کیسی رہی...... کیا کیا ہوا اس میں...... اس کے اثرات کیا مرتب ہوئے تجزیہ ڈاکٹر امجد رضا امجد کے قلم سے:

''صوفی کانفرنس میں جس تصوف کا مظاہرہ ہوا ہے اس سے تصوف بدنام ہوا ہے۔ اگر تصوف وہی ہے جو صوفی کانفرنس میں پیش کیا گیا اور صوفیا ایسے ہی ہوتے ہیں جیسی نمائش کرائی گئی تو اسے تصوف کی تاریخ کا سیاہ ترین باب کہا جائے گا۔ یہ المیہ ہے کہ صوفی کانفرنس سے تصوف کے مخالفین ومعترضین کو موقع اور ان کے اعتراضات کو مضبوط کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اگر آج کے صوفیا اپنے کیے پر نادم ہونے کے بجائے نازاں وفرحاں ہیں تو انھیں اپنے خوابیدہ احساس کے احیا کے لیے حضرت مخدوم سمناں کی بارگاہ میں چلہ کش ہونا چاہیے۔''

(اداریہ، دوماہی الرضا پٹنہ، شمارہ مئی جون ۲۰۱۶ء)

گویا کہ تصوف کے نام پر نام نہاد صوفیوں نے تصوف کی مٹی پلید کر دی۔ اس سے صیہونی ازم تو خوب تالیاں بجایا ہوگا مگر سب سے زیادہ تکلیف امام احمد رضا کی روح کو پہنچی ہوگی کہ تصوف کو زندہ و تابندہ و درخشندہ انھوں نے ہی کیا تھا۔ پھر تصوف کو اس کے اصلی الگ روپ میں پیش کرنے کے لیے کسی امام احمد رضا ہی کی ضرورت ہے۔ اس صوفی کانفرنس میں بعض بزبانِ خود صوفیہ تو ایسے بھی شامل تھے جن کا بالراست تعلق انگریزی ایجنٹ ڈاکٹر طاہر القادری سے ہے، جو انڈیا میں اپنی خود ساختہ صوفیت کے پلیٹ فارم سے منہاجیت کو فروغ دے رہے ہیں۔ ورنہ صوفیت کا دعویٰ اور تقلید کو نفاق کہنے کی جرأت...... صوفیت کا دعویٰ اور گستاخانِ رسول کی تکفیر سے طوطا چشمی، صوفیت کا دعویٰ اور ہر کلمہ گو، قبلہ رو کے ایمان کا اقرار تردید سے آنکھ مچولی، صوفیت کا دعویٰ اور بلا تکلف اپنے بیگانے سب سے یکساں سلوک، صوفیت کا دعویٰ اور کھلم کھلا شرعی احکام کی خلاف ورزی...... کیا اسی کا نام تصوف ہے؟ یہی تعلیم تصوف سالارِ تصوف حضرات نے دی ہے؟...... اب یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی کہ نام تصوف کا ہے اور کام کہیں اور کا ہو رہا ہے۔ ؎

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے نام پر تصوف کی آڑ میں یہ سب جو کچھ ہو رہا ہے ایسا لگتا ہے جیسے ان لوگوں کے جسم میں ہمفرے کی روح حلول کر گئی ہے۔ کلیسا کا چراغ لے کر حرم کے پاسبانوں میں عیب تلاش کرنے والے کیا در پردہ صیہونی پروگرام کو کامیاب نہیں کر رہے ہیں۔ ۱۸۵۶ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک سیدنا امام احمد رضا مجددِ اعظم بریلوی کی شخصیت قدرتِ خداوندی کا کھلا

کرشمہ اور رسولِ پاک کا انمول معجزہ دکھائی دیتی ہے۔ ایسی قابلِ فخر، لائق ستائش، مستحق تبریک وتحسین اور عظیم وجلیل شخصیت جس پر دنیا کے ہر صاحبِ دل کو ناز ہے اس سے روگردانی کر کے ہی نہیں اس پر کیچڑ اُچھال کر لوگ صہیونیت نواز مشن کو تقویت نہیں پہنچا رہے ہیں۔ اور اُلٹا وہی شور مچاتے ہیں کہ یہ وقت اختلاف کا نہیں ہے، اتحاد کا ہے اور کام وہ کر رہے ہیں جس سے انتشار کا دروازہ کھلتا ہے۔

امام احمد رضا جیسی آفاقی شخصیت جس پر کل تمام اساطین اُمت، اکابرین اہلِ سنّت نے اتحاد کیا تھا، آج اگر کچھ لوگوں کو پسند نہیں ہے تو کیا یہ اکابرین کے اجماع سے اختلاف نہیں ہے۔ علم کے دبستانوں نے..... عمل کے لالہ زاروں نے ..... سیرت و معمولات کے کہکشاؤں نے تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر ہی اتحاد میں دین و دنیا کی عافیت سمجھی۔ کتنی حیرت کی بات ہے آج چند سرپھرے اپنے گفتار و کردار سے اس متحدہ محاذ کو داغدار کرنے پر تلے ہیں۔ ہاں! اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا تھا مگر ان لوگوں نے جن کو نبی کی عظمت سے اختلاف تھا۔ مقامِ رسالت سے اختلاف تھا، شانِ ولایت سے اختلاف تھا۔ آج جو لوگ اعلیٰ حضرت سے اختلاف کر رہے ہیں وہ اتحاد کی پیٹھ میں خنجر ہی گھونپنے کا کام انجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ غیر شعوری طور پر اپنا رشتہ اُن سے جوڑ رہے ہیں جن کا رشتہ خود نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹا ہوا ہے۔ جو اولیائے کرام کے آستانوں سے بیزار ہیں۔ اب اگر ایسے میں کوئی انہیں صلح کلی کہتا ہے تو اس میں چڑھنے کی کیا بات ہے؟ کام آپ نے کیا، نام اوروں نے دیا۔ کتنا سنہرا وہ دور تھا جس میں ایک اعلیٰ حضرت کے گرد ساری سنّی دنیا سمٹی ہوئی تھی۔ ایک مرکز اہلِ سنّت پر جمع ہو کر لوگ اپنے متحد ہونے کا عملی ثبوت فراہم کر رہے تھے۔ اس زمانے کے لوگوں کو اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت ہونے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس زمانے کے لوگوں کو اعتراض ہو گیا۔ جن لوگوں نے دیکھا انھوں نے مرکز اتحاد و محبت کا خطبہ پڑھا۔ جن لوگوں نے دیکھا ہی نہیں وہ اعراض واعتراض کرنے لگے۔ وہ تو وہ ہیں کہ ان کی خلوت کو ان کی جلوت پر اور ان کی جلوت کو ان کی خلوت پر ناز ہے۔ اور یہ یہ ہیں کہ ان کی جلوت ان کی خلوت کی اور خلوت ان کی جلوت کی چغلی کھا رہی ہے۔ اس لیے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کو جتنا غیروں سے نقصان نہیں پہنچا اپنوں سے پہنچا۔ آج پھر تاریخ ماضی کا آئینہ لیے کھڑی ہے اور اپنی داستانِ پارینہ دہرا رہی ہے۔ کیا اس احسان کو بھول گئے لوگ ۱۹ ؍ویں صدی عیسوی میں سب کا بیڑہ غرق ہو جاتا اگر امام احمد رضا نے بروقت ناخدائی کا فریضہ انجام دیا ہوگا۔ میرا اپنا شعر ہے ؎

سب کا دین اور ایمان خطرے میں تھا
ایک احمد رضا سب کے کام آ گیا

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جب جب ایسی فضا پیدا ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے کسی مردِ مومن، مردِ حق، مردِ آہن کو تمام اوصاف سے مزین کر کے دنیا میں بھیجا ہے اور اس نے بلاخوف جبر و قہر سینہ سپر ہو کر اسلام کی آبرو بھی بچائی ہے اور مسلمانوں کی عزت بھی۔

پوری اُنیسویں صدی عیسوی چھان ڈالیے اس پوری صدی میں جو شخصیت ہمیں خدائی نمائندہ نظر آتی ہے وہ صرف امام احمد رضا ہیں۔ دوسرے تمام مسالک فکر کی کتابیں، تحریک و تنظیم، ان کی جدوجہد اور لٹریچر گواہ ہیں کہ وہ سب انگریزوں کا حق نمک ادا کرنے کی جتن میں تھے، اور اپنی تحریر و تقریر، تدریس و تبلیغ اور تحریک و تنظیم سے اپنی فضا بنا رہے تھے جس میں سب کچھ ہو مگر مدینہ کی یاد نہ ہو۔ جس میں سب کچھ ہو مگر ہو گنبد خضریٰ کا عکس نہ ہو، جس میں سب کچھ ہو مگر دردِ عشق کا مزہ نہ ہو، جس میں سب کچھ مگر اُلفتِ مصطفیٰ کی کسک نہ ہو، اور تعجب ہے اپنی اس نامحمود کوشش میں کامیابی کا رمز تلاش رہے تھے۔ سیاسی اور سماجی اعتبار سے تو پریشان تھے ہی مذہبی اور روحانی اعتبار سے بھی تملا کر رہ گئے۔ اس سچائی سے چشم پوشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی، وہی ان کے راستے کا سنگ گراں تھے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کی ہمت و جرأت، عزم استقامت، قومی غیرت وحمیت کو کچلنے کے لیے جو کر سکتے تھے، سب کر رہے تھے۔ مسلمان فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کریں تو کیا کریں۔ کہاں جائیں۔ دنیا تو خطرے میں ہے ہی دین کو کیسے بچائیں، کس کی چوکھٹ پہ جائیں، کس کی سنیں، کس کی مانیں، کس کی قیادت کو اپنائیں کہ دینی سرفرازی اور دنیاوی سکون نصیب ہو۔ پورا برصغیر اس کشمکشی کیفیت میں مبتلا کسی مخلص مسیحا کے انتظار میں تھا۔

کل کے مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب نے اس پورے

منظر نامے کو لفظوں کے فریم میں بڑی دیدنت اور خوب صورتی سے سجایا ہے۔ تفصیل تو وہیں دیکھیے ہم تلخیص سے کام چلاتے ہیں:

''متعدد حلقے مسلمانوں کی کمزوری کا علاج یہ بتاتے ہیں کہ انہیں تعلیمی میدان میں آگے آنا چاہیے۔ کسی گوشے سے یہ آواز آتی ہے کہ مسلمان آگے بڑھ کر تجارت کی باگ ڈور لے لیں۔ اور کوئی ماہر صنعت یہ خیال کرتا ہے کہ مسلمان اگر صنعتی انقلاب برپا کر دیں تو وہ دوسری قوموں پر چشم زدن میں غالب ہو جائیں گے۔ اس طرح مسلمانوں کو متحد اور مضبوط بنانے کے مختلف فارمولے پیش کیے جاتے ہیں، اور بزعم خویش اپنے موقف پر اس طرح اصرار کیا جاتا ہے کہ اگر اسے قبول کر لیا جائے تو مسلمانوں کے سارے مسائل کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ایسے عام رستہ خیز میں مجھے اسلام کے اس بطل جلیل اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کی یاد آتی ہے، جو عشق مصطفی علیہ التحیۃ والثنا، کو صرف اپنے زخم جگر کا مرہم نہیں۔ غم کائنات کا مداوا سمجھتا ہے (سوادِ اعظم، ص۵)

کیا سمجھے آپ سیاسی کشمکش سے لے کر سماج اضطراب تک اور ملی خلجان سے لے کر ملکی ہیجان تک تمام منفی نظریات و عوامل کے ہجوم میں صرف امام احمد رضا تھے جو مثبت انداز فکر و نظر کا جھنڈا لیے سچی رہنمائی کا حق ادا کر رہے تھے۔ اور من حیث القوم کائناتِ دل کا رشتہ مدینہ، جانِ مدینہ سے استوار کرنے کی فکر میں عشق رسول کی مہم چلا رہے تھے کہ ایک مسلمان کے لیے وہی سرمایۂ کونین اور دولتِ دارین ہے۔ ان کا صاف لکھنا تھا ؎

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اوّل گیا، آخر گیا

ہندوستانی تاریخ کا یہ وہ موڑ ہے جہاں ہمیں اتحادِ ملت کے سب سے بڑے داعی و علم بردار کے روپ میں صرف امام احمد رضا نظر آتے ہیں، ان کے افکار و نظریات صاف گویا ہیں کہ وہ اتحاد، اتحاد نہیں ہے جس میں محبت رسول کی رمق نہ ہو۔ وہ اتحاد، اتحاد نہیں ہے جس میں تصورِ مدینہ کی دلآویزی نہ ہو۔ وہ اتحاد اتحاد نہیں ہے جس میں محبوب سے نسبت و تعلق رکھنے والی چیزوں کا اکرام و احترام نہ ہو۔ وہ اتحاد اتحاد نہیں ہے جس میں نقوشِ اُلفت کے تحفظ کا سامان نہ ہو۔ ان کا فیصلہ تھا مسلمانوں کا مسلمانوں سے اگر اتحاد ہوگا تو صرف کلمے کے نام پر نہیں، عظمت کے ساتھ محبتِ رسول کی بنیاد پر ہوگا۔ آپ کے اس نعرۂ مستانہ میں خلوص کا وہ طوفان پنہاں تھا کہ سجادہ نشینانِ خانقاہ نے آبرو بچانے کی خاطر ..... مدرسین درگاہ نے مدارس کا وقار بچانے کی خاطر ..... اور کج کلاہان علوم و فنون نے اپنے علمی و فنی بانکپن کے تحفظ کی خاطر ..... اور عام مسلمانوں نے اپنے ایمان و عقیدہ کی بقا کی خاطر چہار جانب سے پیغامِ رضا پر لبیک کہا اور کھل کر اس حقیقی عالمی دعوتِ اتحاد میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ تن من دھن سے اس کے بقا و ارتقا میں جٹ گئے..... اس طرح پورا برصغیر خصوصاً اور عالم اسلام عموماً امام احمد رضا کے اس اتحادی پلیٹ فارم پر مجتمع ہو گیا۔ خدائے قدیر نے امام احمد رضا کی ذات میں وہ اثر انگیزی، تسخیری قوت اور علم و عمل کا فولادی وزن بخشا تھا کہ بڑے بڑے صاحبانِ جبہ و دستار علم کا طمطراق لے کر..... عمل کا کروفر لے کر..... اپنے اثر و رسوخ کی شوکت لے کر..... حیثیت عرفی کا طنطنہ لے کر تشریف لائے مگر یہاں آکر سب نے اعتراف کیا کہ

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ دیکھیے حضرت صدر الافاضل آرہے ہیں، فضیلت کا تمغہ لے کر۔ وہ دیکھیے حضرت محدث سورتی آرہے ہیں حدیث کا جمال و جلال لے کر..... وہ دیکھیے حضرت ملک العلماء آرہے ہیں علم کی چکا چوند لے کر..... وہ دیکھیے حضرت صدر الشریعہ آرہے ہیں فقاہت کی باریک بینی لے کر..... وہ دیکھیے حضرت اشرفی میاں آرہے ہیں تصوف کا لعل و گہر لے کر..... فکری، عملی اتحاد کا اتنا شاندار نظام اور باوقار مظاہرہ دیکھ کر دورِ سابق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ بالیقین ہم تمام سنیوں کے یہ وہ دورِ دورِ زریں اور عہد عہد سیمیں ہے۔ اسی عالمی آفاقی اتحاد کے انجمن سے ایک تجلی پھوٹی جس کا سب نے مسلک اعلیٰ حضرت نام سے استقبال کیا۔ کیا حنفی، کیا شافعی، کیا مالکی، کیا حنبلی۔ کیا قادری، کیا چشتی۔ کیا سہروردی، کیا نقشبندی۔ سب کی زبان پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ گونج گیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت اشرفی میاں نے..... حضرت محدث سورتی نے..... حضرت صدر الافاضل نے..... وغیرہ وغیرہ (تفصیل کے لیے دیکھیے امتیازِ اہل سنّت) نے اس عالمی اتحاد مسلکِ اعلیٰ حضرت..... اور مرکز اتحاد امام اہل سنّت کی ذات و صفات سے متاثر و مستفیض ہو کر جو جو جملے نذرِ قرطاس کیے ہیں، وہ ہر دَور میں آنے والی نسلوں کو بھی اتحاد اور مرکز اتحاد سے جوڑنے، انہیں کا بنے رہنے کی مہمیز کرتے اور مشعل راہ ہی نہیں نشانِ منزل بن کر رہبری

کرتے رہیں گے۔ بطور نمونہ پیش ہے صرف ایک مثال:

"حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی معمولی عالم نہیں، بلکہ سید السادات اور مکہ معظمہ کے قاضی القضاۃ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سنیت کی علامت ہے، اور ان سے بغض وعداوت بدمذہبی اور گمراہی کی پہچان ہے" (سوانح اعلیٰ حضرت، ص۳۲۱)

اب اگر کچھ مولوی یا پیر یا فلاں فلاں کہلانے والے یہ کہیں کہ ہم سنی ہیں، ہماری سنیت کی پہچان کے لیے اعلیٰ حضرت کی محبت کی ضرورت نہیں ہے، تو پہلے تو ہم اکابرینِ اہلسنّت کے فرمودات کا آئینہ ان کے سامنے رکھیں گے، مان گئے تو ٹھیک ورنہ ہم غلامانِ رضا حضرت سید محمد علوی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کی روشنی میں صاف کہہ دیں گے کہ آپ مولوی ہیں، ہوا کریں۔ آپ پیر صاحب ہیں، ٹھیک ہے۔ آپ فلاں فلاں ہیں، اگر آپ کو اعلیٰ حضرت کی ضرورت نہیں ہے تو ہم سنیوں کو آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری سنیت تو اعلیٰ حضرت کی مرہونِ منت ہے۔ ہم کو تو اعلیٰ حضرت کی ضرورت ہے۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ اعلیٰ حضرت بارگاہِ رسول کی امانت ہیں۔

آج جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں، یہ بہت ہی بے باک اور جری دور ہے۔ اس میں کون، کب، کس کے بارے میں کیا بول اور لکھ دے گا بھروسہ نہیں ہے۔ نہ زبان پر لگام ہے، نہ قلم پر قدغن۔ آدمی جتنی اونچی اڑان چاہے اڑے مگر بے ادب نہ بنے۔ اس بے ادبی نے آج ہم میں اختلاف در اختلاف کا ماحول بنا رکھا ہے۔ مسلکی، مشربی، پیری مریدی، خاندانی، علمی کون سا اختلاف ہم میں نہیں ہے۔ مگر اختلاف کے سمندر میں غوطے لگاتا انسان بھی جب اتحاد کی بات کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں شاید جستجوئے حق کی رمق ابھی اس کے اندر زندہ ہے۔ اگر واقعی آپ اتحاد کی تلاش میں مخلص ہیں تو آپ کو دعوت فکر ہے۔ آیئے پھر اسی اتحادی مرکز امام اہلسنّت مجدد اعظم بریلوی کے مبارک افکار ونظریات کے مستحکم پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ کل جس پر ہمارے اسلاف نے جمع ہو کر دنیا میں اپنی حقانیت کا غلغلہ بلند کیا تھا۔ حال کو سنوارنا ہے تو اپنے شاندار ماضی کی طرف لوٹیے اس سے اکتسابِ فکر وعمل کیجیے۔ حال خود بخود چمک اور مستقبل دمک اٹھے گا۔ آج سیکڑوں طوفانوں میں مسلم قوم گھری ہے۔ ان میں کچھ طوفان باہر کا ہے تو کچھ اندر کا۔ یہودیت، نصرانیت، صیہونیت ..... قادیانیت، وہابیت، دیوبندیت، مودودیت اور اب کچھ سالوں سے صلح کلیت، اور کہیں کہیں بدقسمتی سے صوفیت وغیرہ وغیرہ..... ہر طوفان کا سیدھا نشانہ اور مضر اثر مذہب اہلِ سنت وجماعت پر پڑ رہا ہے۔ اسلام کو کھوکھلا اور سنیت کو بے جان کرنے پر یہ سارے طوفان تلے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے ان تمام طوفانوں سے مقابلہ اور ان کے سدِ باب کے لیے نہ کہیں جانے کی ضرورت ہے، نہ کسی کا دستِ نگر بننے کی حاجت۔ خدا کی عطا سے ایک امام احمد رضا کی ذات نگینۂ ہشت پہلو سے بھی زیادہ چمک دار اور پائدار ہے۔ یہاں ہر ضلالت کے لیے ہدایت، ہر مسئلے کا حل، ہر دکھ کا مداوا..... اور ہر زہر کا تریاق موجود ہے۔ یہاں اپنے نبی سے والہانہ محبت کے ساتھ ائمۂ دین کا فیضان بھی ہے اور اولیائے کاملین کا عرفان بھی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ تمام ائمہ کرام اور اولیائے عظام کا دامن ایک ساتھ آپ کے ہاتھ آجائے تو ایک امام احمد رضا کا دامن مضبوطی سے تھام لیجیے، گارنٹی ہے کہ تمام مطلوبہ دامن آپ کے ہاتھ میں آجائیں گے۔ بتایئے اس سے بڑھ کر اتحاد، پیغامِ اتحاد اور دعوتِ اتحاد اور کیا ہوگا؟..... کیا ہے کہیں شریعت وطریقت کی جامع ایسی ذات، کیا ہے کہیں علم وعمل کی پیکر ایسی شخصیت۔ اور کیا ہے کہیں ایسی خوب صورت اور جمیع اوصاف کی حامل ایسی ہستی، کیا ہے کہیں اکابر واسلاف کا ایسا پرکیف ہجوم۔ اور کیا ہے کہیں روئے زمین کے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے اس سے اچھا کوئی متحدہ محاذ؟..... جواب صرف نفی میں ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ذات ہی کل بھی مرکز اتحاد تھی اور آج بھی ہے۔ تو آیئے اپنے ایمان وعمل کی حفاظت اور اپنے پرکھوں کی امانت کی صیانت کے لیے محبت کے ساتھ پھر اعلیٰ حضرت کے گرد جمع ہو جائیں کہ آج کے ماحول میں صرف اعلیٰ حضرت نقطۂ اتحاد ہیں ؎

اندھیری رات ہے اُٹھو چراغِ دل لے کر
کوئی پکار رہا ہے تمہیں اُجالے سے

☆☆☆☆

امام احمد رضا
اور عالم اسلام کے بنیادی مسائل

محمد صابر رضا رہبر

قومی و بین الاقوامی سطح پر آج مسلمان جن نامساعد حالات سے نبرد آزما ہیں اس سے ہر حساس شخص واقف ہے۔ ہر گام پر مسلمانوں کو متعدد چیلنجز کا سامنا ہے۔ سیاسی، تعلیمی، سماجی، صحافتی اور تجارتی سمیت دیگر میدانوں میں مسلمانوں کی خستہ حالی جگ ظاہر ہے۔ مختلف سطح پر کرائے گئے سروے کے ذریعہ بھی یہ بات سامنے آ گئی ہے کہ قوم مسلم شعبہائے زندگی کے ہر گوشے میں دیگر اقوام سے بہت پیچھے ہے۔ حالانکہ اس قوم کو یہ حالت اسے وراثت میں نہیں ملی ہے بلکہ اس کا ایک تابناک و درخشندہ ماضی آج بھی تاریخ کے سینے میں اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہے۔ دین و دنیا کی سرفرازی، صنعت و حرفت کی سربلندی اور سائنس و تحقیق میں کامیابی مسلمانوں کا مقدر تھا۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ آج یہ قوم پستی کے قعر مذلت میں جا گری ہے؟ اس چبھتے ہوئے سوال کا جواب مختصراً ایک سطر میں یوں دیا جا سکتا ہے کہ اس نے خدائی فرامین سے روگردانی کر لی اور اسلام کے ابدی دستور حیات سے ہٹ کر اپنی فلاح و نجات کی تدبیر یں کرنے لگی۔ یعنی رزاق کو بھول کر تلاش میں رزق میں سرپٹ بھاگنے لگی جس کے سبب پستی و خستہ حالی نے اسے اپنا شکار بنا لیا اور یہ ہونا تھا کیوں کہ قرآن مقدس کا فرمان ہے **وانتم الاعلون ان کنتم مومنین** یعنی تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مومن ہو۔

عروج و زوال کی جانب آنے والی اس قوم کی خستہ حالی کو دور کرنے اور عظمت رفتہ کی بازیابی کیلئے مفکرین و دانشوران نے مختلف نظریات و نکات پیش کئے لیکن اس کیلئے جو فارمولہ مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1912ء میں پیش فرمایا تھا وہ آج بھی نہ صرف ایک نسخۂ کیمیا ہے بلکہ مسلمانوں کے بنیادی مسائل میں کامیابی کا ایک زبردست لائحہ عمل ہے۔ ہم تفصیل میں نہ جا کر اختصار کے ساتھ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کیلئے پیش کئے گئے امام اہل سنت کے ان چار نکاتی فارمولے کو پیش کریں گے۔ جس سے یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ محض ایک مولوی اور مفتی ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کے دردمند مفکر، دوربین مدبر اور مستقبل شناس فلاسفر بھی تھے اور جن کے چار نکاتی فارمولے پر عمل آج بھی مسلم قوم کو معاشی، تجارتی بدحالیوں سے نجات دلا سکتی ہے۔

1912 میں جب پہلی جنگ عظیم کی ابتدائی آگ پوری دنیا کو اپنی چپیٹ میں لینے کیلئے بے چین تھی ایسے حالات میں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو پستی سے نکالنے کیلئے بنیادی مسلم مسائل پر مشتمل ایک فارمولہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" کے نام سے پیش کیا۔ جسے پہلی بار مجلس اہل سنت زکریا اسٹریٹ کلکتہ نے حضرت الحاج لعل محمد مدارسی کے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔ اس میں آپ نے مسلمانوں کے عائلی و ملی اور سماجی مسائل سمیت دیگر اہم مسائل کے اسباب و حل پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ ہم یہاں اس کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ فارمولہ چار نکات پر مشتمل ہے:

پہلا: باستثنا ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات (مسلمان) اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ اور وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔

آپ ذرا اس پر تجزیاتی نگاہ ڈالیے اور سوچئے کہ آج ہماری

قوم مقدمات کے دلدل میں پھنس کر کس طرح اجڑتی جارہی ہے اور لاکھوں کروڑوں روپے پانی کی طرح بہارہی ہے۔ ہمارے اور آپ کے سامنے اس نوعیت کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ کس طرح سے مقدمہ بازی میں الجھ کر ہنستا بولتا خاندان تباہ و برباد ہوکر رہ گیا ہے۔ اگر اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے اس مشورے پر مسلمان عمل کرلے اور اپنے مسائل کو آپس میں حل کرے تو ایک جانب کروڑوں روپئے کی بچت ہوگی جس سے ان کی معاشی حالت مستحکم ہوگی بلکہ مسلم سماج آپسی اتحاد اور امن وآشتی کا گہوارہ بھی بن جائے گا۔ پھر نہ عدالت کو مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کا موقع ملے گا اور نہ آزادی اظہار رائے کے نام پر اسلام اور مسلمانوں پر کسی کو طنز وتنقید کا حربہ ہاتھ آئے گا۔

دوسرا: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہیں رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹا نک بھر تانبہ کچھ صناعی کی گھڑت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

اس میں اعلی حضرت نے مسلمانوں کی معاشی حالت کو مستحکم کرنے کیلئے ایک انوکھا نسخہ بیان فرمایا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ جب تک آپ کی معاشی حالت اچھی نہیں ہوگی اس وقت تک آپ کسی میدان میں قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔ آج ہمارے درمیان کئی ایسی قومیں موجود ہیں جو اس فارمولے پر عمل کررہی ہیں اور تجارتی ومعاشی سطح پر اپنی کامیابی کے پھریرے لہرارہی ہیں۔ اگر مسلمان بھی اس پر عمل کرنے لگے تو کوئی سبب نہیں مسلمانوں کی ترقی کا قبلہ بدل جائے اور مسلم سماج میں معاشی انقلاب برپا ہوجائے۔

تیسرا: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے بینک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے۔ مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔ جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کفل الفقیہ الفاہم ''میں چھپ چکا ہے۔ ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتے۔ اگر مدیون کی جائیداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔

غیر سودی بینک کا نظریہ جسے اسلامی بینکنگ کہا جاتا ہے ؛دور جدید کے ماہرین معاشیات آج یہ نظریہ بڑی تیزی کے ساتھ پیش کررہے ہیں اور اسلامک بینکنگ کے قیام پر پوری دنیا میں غور وخوض کیا جارہا ہے اس لیے سودی نظام بینکنگ اور سرمایہ کاری نے پوری دنیا کو معاشی دیوالیہ پن کا شکار بنا رکھا ہے پوری دنیا میں یہ بات تیزی کے ساتھ مقبول ہورہی ہے کہ لوگوں کو معاشی دیوالیہ پن سے بچانے کیلئے اسلامک بینکنگ ہی وہ نظام ہے جس کے سائے میں لوگ معاشی استحکام کو پاسکتے ہیں آنے والا وقت اسلامک بینکنگ کیلئے کس قدر سازگار ہے وہ آج مفکرین کی تحریروں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن امام احمد رضا فاضل بریلوی کی بصیرت وبصارت اور مستقبل شناسی کی داد دیجئے کہ آپ نے آج سے ٹھیک سوسال قبل یعنی 1912 میں اسلامک بینکنگ کا نہ صرف یہ نظریہ پیش فرمایا تھا بلکہ اس کا لائحہ عمل بھی قوم مسلم عطا فرمایا تھا اور اس کی اہمیت وافادیت کے مختلف پہلوؤں کو بھی اجاگر کردیا تھا اے کاش اسی وقت ان کے اس نظریے پر ملک کے اہل دول عمل کرلیے ہوتے تو مسلمانوں کی اقتصادی پوزیشن آج کچھ مختلف ہوتی اور تجارت وصنعت کے میدان میں ان کا طوطی بول رہا ہوتا۔

چوتھا: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چاردانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا، **فانا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ دین متین علم دین کے دامن سے وابستہ ہے۔ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہاں کی زندگی جانتے، وہ انھیں بتادیتا۔ اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو، سخت تنزلی ہے، جسے عزت جانتے ہو، اشد ذلت ہے۔

آج مسلمان دینی تعلیم سے کس قدر دور ہے اسے بتانے قطعی ضرورت نہیں بس اتنا بتادینا کافی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریتی آبادی ایمان واسلام کے بنیادی مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ اور یہی مسلمانوں کی تنزلی کا باعث ہے یعنی

طریق مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

امام اہل سنت نے ان چار نکات کو پیش کرنے کے بعد مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ”اگر میرا خیال صحیح ہے تو ہر شہر اور قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چاروں باتوں پر قائم کریں“

حضرات! امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے جو فارمولہ پیش کیا ہے وہی ترقی کا واحد راستہ ہے اس لیے اگر مسلمان عظمت رفتہ کی بازیابی چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ مذکورہ بالا نکات پر عمل کریں۔ حالات کا رونا اور کسی کے سہارے کے انتظار میں اپنی آنکھوں کو پتھرانا زندہ قوموں کا شیوہ نہیں ہے ضرورت ہے کہ امام اہل سنت کے پیش کردہ ان چار بنیادی نکات پر غور کیا جائے اور اس پر عمل کے تعلق سے ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ میرے خیال سے اگر ایسا کرنے میں ہم کامیاب ہوجاتے ہیں تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارا ستارۂ اقبال بلندیوں کے عروج پر ہوگا۔

اخیر میں امام اہل سنت نے فتاوی رضویہ جلد 12/صفحہ 133 پر فروغ اہل سنت کیلئے دس نکاتی پروگرام پیش کیا ہے اس کا ذکر بھی کیا جانا بے حد ضروری ہے۔ کہ خصوصاً اہل سنت وجماعت کی فلاح وبہبودی اور تعمیر وترقی کیلئے ہر دور میں امام اہل سنت کا یہ دس نکاتی فارمولہ کامیابی کی شاہ کلید ہے۔ آپ اہل سنت کی تعمیر وترقی کیلئے اپنا دس نکاتی فارمولہ یوں بیان کیا ہے:

(۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تنظیمیں ہوں۔
(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
(۳) مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں۔
(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے۔ معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔
(۵) ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً اور تقریراً ووعظاً ومناظرۃً اشاعت دین ومذہب کریں۔
(۶) حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔
(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط اور چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔
(۸) شہروں وشہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے وعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدا کے لیے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔
(۹) جو ہم قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کہ ”آخری زمانہ میں دین کا کام بھی درہم ودینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق کا کلام ہے۔

ضرورت ہے کہ ہر شہر اور قصبات کے مخلص ارباب حل وعقد امام اہل سنت کے مذکورہ بالا فارمولے کو عملی جامہ پہنائے اور جن میدانوں میں خصوصیت کے ساتھ کام کرنے کی تلقین کی گئی ہے اخلاص وللٰہیت کے ساتھ ان میدانوں میں اپنا محاسبہ کریں اور کام کی رفتار کو تیز کریں یقیناً ہم کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔

عرس حجۃ الاسلام بریلی شریف
اور عرس حافظ ملت میں
القلم فاؤنڈیشن پٹنہ کی مطبوعات حاصل کریں
❁ قصیدہ آمال الابرار ❁ منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ
❁ رضا بک ریویو کا حجۃ الاسلام نمبر ❁ تنقید برمحل
❁ کرامات خانوادہ رضا ❁ تجارت کے رہنما اصول
❁ امام حرم اور ہم ❁ رضویات کا اشاریہ نمبر
❁ جلوہ شان حق ❁ حج غلطیاں اور کفارے
رابطہ نمبر محفوظ کریں:
08434090021

احمد رضا صابری

انٹرنیٹ پر افکارِ رضا کے دریچے

(چھٹی قسط)

گذشتہ سے پیوستہ-----

حدیث وعلمِ حدیث پر لکھی گئی کتبِ اعلیٰ حضرت:

- الہاد الکاف فی حکم الضعاف

ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت
فضائل اعمال اور مختلف دیگر امور میں ضعیف حدیث کے بارے میں کیا احکام ہیں۔

- منير العين في حكم تقبيل الإبهامين

انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا۔ اذان میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان

مختلف علوم وفنون پر لکھی گئی کتبِ اعلیٰ حضرت:

اس عنوان کے تحت اعلیٰ حضرت کچھ کتابوں کو پیش کیا گیا ہے جنہیں آپ آن لائن مطالعہ بھی کر سکتے ہیں اور ڈاؤن لوڈ یا پرنٹ آؤٹ بھی، کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ أجلى الإعلام أن الفتوى مطلقا على قول الإمام

اس امر کی تحقیقِ عظیم کہ فتویٰ ہمیشہ قول امام پر ہے۔

خطبۃ الکتاب:

الحمد لله الحق، على دينه الحنفي، الذي ايدنا بائمة يقيمون الاود، ويديمون المدد، باذن الجواد الصمد، وجعل من بينهم امامنا الاعظم كالقلب في الجسد. والصلوة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام الذي جاءنا حقا من قوله المأمون، استفت عـه قلبك وان افتاك المفتون. وعليهم وعلى اله وألهم وصحبه وصحبهم وفئامه وفئامهم، الى يوم يدعى كل اناس بامامهم، أمين

۲۔ الجود الحلو في أركان الوضوء

وضو کے ارکان کے بیان میں دل کش سخاوت۔ وضو کے اعتقادی اور عملی فرائض وواجبات کا بیان جو اس کتاب کے علاوہ کہیں نہیں ملے گا۔

خطبۃ الکتاب:

اللهم لك الحمد فرضا لازما صل على افضل اركان الايمان وسلم دائماً، ايها السائل الفاضل رزقك الله علما نافعا هذا سوال لا يهتدى اليه الا من وفقه اللّٰهواللّٰه يختص برحمته من يشاء واللّٰه ذو الفضل العظيم

۳۔ تنوير القنديل في أوصاف المنديل

رومال کے اوصاف بیان کرنے میں قندیل کا روشن کرنا
طہارت کے بعد بدن کے پونچھنے کا بیان

خطبۃ الکتاب:

الحمد للّٰه الذى ثقل ميزاننا بالوضوء وجعلنا غرا محجلين من اثار الوضوء والصلوة والسلام على من كان منديل سعده احسن وانفس من كل حرير ماسحين بقبوله عن وجوهنا وقلوبنا كل درن وسخ للتنوير

۴۔ لمع الأحكام أن لا وضوء من الزكام

روشن احکام کہ زکام سے وضو نہیں۔ زکام ناقض وضو نہیں

خطبۃ الکتاب:

الحمد للّٰه الذى حمده نور وذكره طهور

والصلاۃ والسلام علی سید کل طیب طاہر وآلہ وصحبہ الاطائب الاطاہر

۵۔ الطراز المعلم فیما ھو حدث من أحوال الدم
منقش کتاب خون کے مختلف احوال سے بے وضو ہونے کی صورت میں۔جسم سے خون نکلنے کے مسائل اور دلائل کی بے مثال تنقیح

۶۔ نبہ القوم أن الوضوء من أي نوم
قوم کو تنبیہ کہ کس نیند سے وضو فرض ہوتا ہے۔سونے سے وضو ٹوٹنے کے مسائل

۷۔ خلاصة تبیان الوضوء:
وضو کے بیان کا خلاصہ۔وضو اور غسل کی احتیاطوں کا بیان

۸۔ الأحکام والعلل في إشکال الإحتلام والبلل
احتلام اور تری کی اشکال کے حکم اور اسباب کا بیان۔احتلام کے متعلق تمام مسائل کی منفرد تحقیق

۹۔ بارق النور في مقادیر ماء الطهور
پاکی کے پانی کی مقداروں میں چمکتا ہوا نور۔وضو اور غسل میں پانی کی مقدار پر بحث

۱۰۔ برکات السماء في حکم إسراف الماء
بے جا پانی خرچ کرنے کے حکم کے بارے میں آسمانی برکات۔پانی کے غیر ضروری خرچ کرنے کا حکم

۱۱۔ ارتفاع الحجب عن وجوہ قرآءة الجنب
بحالت جنابت قرآن پاک پڑھنے والے کی قرات کی مختلف صورتوں سے پردہ اٹھانا۔جنبی کی قرأت سے متعلق وہ تحقیقات جو دوسری جگہ نہیں ملیں گی

۱۲۔ الطرس المعدل في حد ماء المستعمل
استعمال شدہ پانی کی تعریف میں منصف صحیفہ۔مستعمل پانی کی تعریف وتحقیق

۱۳۔ النمیقة الأنقی في فرق الملاقي والملقی
ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر۔ماء قلیل میں بے وضو یا جنبی کے ہاتھ ڈالنے کا حکم۔اگر تھوڑے پانی میں بے وضو یا جنبی شخص، ہاتھ، ناخن وغیرہ ڈال دے تو اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۱۴۔ خالص الإعتقاد
اعتقاد خالص۔مسئلہ علم غیب کا مدلل بیان

۱۵۔ الھنيء النمیر في الماء المستدیر
خوشگوار صاف آب مستدیر کی تحقیق۔مستدیر پانی کی مساحت وردہ در کا بیان

۱۶۔ رحب الساحة في میاہ لا یستوي وجھها وجوفها في المساحة
ان پانیوں کے بارے میں میدان وسیع کرنا جن کی سطح اور گہرائی پیمائش میں برابر نہ ہو۔ان پانیوں کا بیان جن کی مساحت اوپر سے کم اور نیچے سے دہ دردہ ہے یا اس کے برعکس۔

۱۷۔ ھبة الحبیر في عمق ماء کثیر
ابر باراں کا عطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں۔آب کثیر کی گہرائی کا بیان

۱۸۔ النور الرونق لإسفار الماء المطلق۔ آب مطلق کا حکم روشن کرنے کے لئے نور اور رونق۔مطلق پانی کی تحقیق۔ون کون سے پانیوں سے وضو کرنا جائز ہے،ان پانیوں کی منفرد اور زبردست تحقیق جو اس کتاب کے علاوہ کہیں نہ ملے گی

۱۹۔ عطاء النبي لإفاضة أحکام ماء الصبي
بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ۔بچہ کے حاصل کئے ہوئے پانی کا بیان

۲۰۔ الدقة والتبیان لعلم الرقة والسیلان
پانی کی رقت وسیلان کا واضح بیان۔طبع آب یعنی پانی کی طبیعت کے تعین کے بارے میں ایک زبردست تحقیق

۲۱۔ حسن التعمم لبیان حد التیمم
تیمم کی ماہیت وتعریف کا بہترین بیان۔تیمم کی تعریف یعنی تیمم کسے کہتے ہیں اور تیمم کی ماہیت شرعیہ کیا ہے؟

۲۲۔ سمح الندری بما یورث العجز من الماء
وہ کونسی صورتیں ہیں جب پانی نہ ملے تو تیمم کرنا جائز ہے؟ عام کتب میں پانی سے عجز کی چند صورتوں کا ذکر ہے مگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے منفرد تحقیق کرتے ہوئے ایسی پونے دو سو صورتیں بیان فرمائیں جب تیمم کیا جا سکتا ہے۔

۲۳۔ الظفر لقول الزفر
وقت کی تنگی کے باعث جواز تیمم کے بارے میں امام زفر کے

اقوال کی تقویت کا بیان۔ وقت کی تنگی کے باعث جواز تیمم کے بارے میں امام زفر رحمہ اللہ کے قول کی تقویت

۲۴۔ المطر السعيد على نبت جنس الصعيد
جنس صعید کی نبات پر باران مسعود

۲۵۔ الجد السديد في نفي الإستعمال عن الصعيد
جنس زمین کے مستعمل نہ ہونے میں بہت عمدہ بیان۔ جنس زمین بالکل مستعمل نہیں ہوتی

۲۶۔ قوانين العلماء في متيمم علم عند زيد ماء
علماء کے قوانین اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہوا کہ زید کے پاس پانی ہے

۲۷۔ الطلبة البديعة في قول صدر الشريعة
کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب۔ امام صدر الشریعہ صاحب شرح وقایہ کی ایک عبارت پر محققانہ بحث

۲۸۔ مجلي الشمعة لجامع حدث ولمعة
حدث اور لمعہ رکھنے والے سے متعلق شمع افروز۔ جنابت و حدث دونوں جمع ہونے کی ۹۸ صورتوں کا بیان

۲۹۔ سلب الثلب عن القائلين بطهارة الكلب
کتے کی طہارت بین کے قائلین سے عیب دور کرنے کا بیان۔ کتے کے نجس ہونے کا بیان

۳۰۔ الأحلى من السكر لطلبة سكر روسر
یہ رسالہ شکر روسر کے طالب حکم شرعی کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے۔ جانوروں کی ہڈیوں سے صاف کردہ چینی کا بیان

۳۱۔ جمان التاج في بيان الصلاة قبل المعراج
تاج کے موتی معراج سے پہلے نماز کے بیان میں۔ معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے نماز پڑھنے کا طریقہ

۳۲۔ حاجز البحرين الواقي عن جمع الصلاتين
دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا ، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا۔ سفر میں حالت قصر میں دو نمازیں اکھٹی پڑھنے کا شرعی حکم۔

۳۳۔ منير العين في حكم تقبيل الإبهامين
انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا۔ اذان میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان

۳۴۔ نهج السلامة في حكم تقبيل الإبهامين في الإقامة
اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل۔ اقامت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان اور منکرین کا رد

۳۵۔ الهاد الكاف في حكم الضعاف
ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ فضائل اعمال اور مختلف دیگر امور میں ضعیف حدیث کے بارے میں کیا احکام ہیں

۳۶۔ إيذان الأجر في أذان القبر
دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ۔ دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق

۳۷۔ هداية المتعال في حد الإستقبال
استقبال قبلہ کے تعیین میں اللہ جل شانہ کی راہنمائی۔ سمت قبلہ کے بیان میں راہنمائی

۳۸۔ نعم الزاد لروم الضاد
حرف ضاد کے پڑھنے کا صحیح طریقہ۔ حرف ضاد کی تحقیق

۳۹۔ إلجام الصاد عن سنن الضاد۔ ضاد کے طریقوں سے روکنے والے کے منہ میں لگام دینا
حرف ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ

۴۰۔ النهي الأكيد عن الصلاة وراء عدى التقليد
دشمن تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ہے۔ غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا بیان

۴۱۔ القلادة المرصعة في نحر الأجوبة الأربعة
چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہار۔ مولوی اشرف علی تھانوی کے چار فتوؤں کا رد

۴۲۔ القطوف الدانية لمن أحسن الجماعة الثانية
جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جھکے ہوئے خوشے۔ جماعت ثانیہ کے ثبوت سے متعلق نادر تحقیقات۔۔۔(جاری)

میزان مطالعہ

تبصرہ کے لئے تین کتابوں کا آنا ضروری ہے

کتاب: ثنائے خواجہ بزبان امام احمد رضا

مرتب: مولانا مفتی محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

صفحات: ۱۱۲ / ہدیہ: ۵۰ /

ناشر: المجمع القادری، مدرسہ فیض العلوم دھتکیڈیہ جمشید پور

مبصر: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی: مدیر اعلیٰ الکوثر سہسرام

Malikuzzafar786@gmail.com

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز افلاک علم وفکر پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں۔ اجالوں کی ان کرنوں کا سہارا لے کر نہیں معلوم کتنے ذرے ہمدوش ثریا ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت کے وسیع علوم و افکار سے عقیدت مندوں نیاز مندوں اور وفا کیشوں کے ایوانِ قلب وجگر میں تجلیات پھوٹ رہی ہیں۔ اور وہ کچھ اس طرح گویا ہیں ؎

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

عرصہ دراز تک آپ کی حیات وخدمات پر گمنامی کی چادر پڑی رہی آپ کی خدمات کے حوالے سے محدود انداز میں طبقۂ خواص اور اہل علم کو واقفیت و آگاہی رہی۔ شب ظلمات چیر کر جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا اور تحقیق وتفحص کے چراغ شب تاب اس راہ میں روشن ہوئے تو دنیا بھر کے اہل علم، صاحب فکر اور ارباب بصیرت تصویر حیرت بن کر اس عبقری کی تحقیقات پر سر دھننے لگے اور اس طرح دنیائے علم کو آپ کے بلند ترین مقام علمی وفکری کے بارے میں نئی نئی معلومات فراہم ہوتی چلی جارہی ہیں۔ ہر طرف آپ کے علمی نقوش کے رنگ صد ہزار بکھرے ہوئے ہیں جس سے جوہر شناس نگاہیں خیرہ ہورہی ہیں۔ اور اس طرح کا ماحول بنا ہوا ہے ؎

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

پیغام رضا افکار رضا خیالات رضا اور جہان رضا سے روشناس کرانے کے سلسلے میں ماہنامہ المیزان کے مدیر اعلیٰ حضرت جیلانی میاں اور ان کے رفقائے کار کے سر سہرا بندھتا ہے کہ انہوں نے ہندو پاک میں پہلی مرتبہ امام احمد رضا کے علمی وفکری کارنامے اور ان کی عظیم دینی وملی خدمات پر باقاعدہ منصوبہ بند انداز میں کام کی داغ بیل ڈالی اور انہوں نے اس سلسلے میں ایک دائرۃ المعارف کی ترتیب دے کر ہندو پاک کے سیکڑوں اہل علم صاحب قلم اور ارباب فکر ونظر سے رابطے قائم کیے۔ ملاقاتیں کیں۔ اور نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے کس قدر آبلہ پائی کے مرحلے سے گزرے۔

کوہ کنی کی یہ داستان دل خراش المیزان کے اداریے میں ملاحظہ فرمائیے اور اس طرح طویل محنت ومشقت کے بعد ضخیم اور قابل قدر "امام احمد رضا نمبر" کی زیارت سے علم دوست حضرات کی آنکھیں منور ہوئیں اس کے بعد تو رفتہ رفتہ منظر نامہ ہی تبدیل ہوتا چلا گیا یہ دائرۃ المعارف پھیلتا اور پھیلتا اور پھیلتا ہی چلا گیا اور پھر دیکھتے دیکھتے علم وفکر کے اس نیر تاباں سے بادلوں کا قافلہ رخت سفر باندھنے لگا اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی پھیلی ہوئی دینی ملی خدمات پر تہ بتہ جمی ہوئی گرد صاف ہونے لگی اور خدوخال نکھر نکھر کر سامنے آتے چلے گئے سچ ہی کہا تھا ؎

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اغیار اور مخالفین نے جو کچھ کیا اس پر نہ ہمیں گلہ ہے نہ شکوہ۔ لیکن اپنوں کی اس درجہ بے اعتنائیوں پر ہمیں فریاد کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے ایک عرصے تک تو دانستہ یا نادانستہ اغماض وچشم پوشی کی داستان خوں چکاں نے اہل دل کو اشک بدر رکھا اور جب تحقیق کے چراغ روشن ہو گئے تو بعض کوتاہ بیں تنگ خیال وتنگ نظر افراد پر یہ تذکرۂ جمیل بار گراں ثابت ہونے لگا اور پھر نئے نئے شگوفے چھوڑے جانے لگے اتہام و دشنام طرازی کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا جتنے منہ اتنی باتیں جتنے قلم اتنے الزامات۔ گویا ان کور علموں کا یہ مقصد زندگی بن کر رہ گیا ہے۔ انہی شگوفوں میں سے ایک شگوفہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے

سلطان الہند خواجہ خواجگاں عطائے رسول حضرت سید معین الدین حسن چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت و سیادت اور قیادت کا خطبہ نہیں پڑھا۔ عاقبت نااندیشوں نے تاریخی صداقتوں کا گلا گھونٹا اور یہاں تک کہہ گزرے کہ انہوں نے ہندوستان میں رہنے کے باوجود سلطان الہند کے آستانے پر حاضری کی سعادتیں حاصل نہ کیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر الزام تراشیوں کا سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے اہل علم و فکر کو ہر دور میں اس طرح صبر آزما مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مولانا محمد عابد حسین نوری مصباحی نے اسی اتہام و الزام کا علمی تحقیقی و تاریخی جائزہ پیش کر کے اس غیر علمی الزام کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔

مرتب موصوف علم و تحقیق کی دنیا کے آدمی ہیں خاموشی کے ساتھ علمی امور کی انجام دہی ان کا مزاج ہے۔ تصنع، بناوٹ، نمود اور نمائش ان کی پاکیزہ طبیعت سے میل کھانے والی چیزیں نہیں۔ سنجیدہ مزاجی ان کا وصف خاص ہے خالص علم دوست، علما نواز اور دین دار عالم دین ہیں۔ بزرگان سلف بالخصوص سیدی اعلیٰ حضرت و خانوادۂ رضا سے آپ کا تعلق جذباتی ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب و ترجمان کی حیثیت سے اپنی علمی فکری و قلمی صلاحیتوں کا کھل کر استعمال کرتے ہیں۔ موصوف کی اس تحقیقی علمی کاوش پر حوصلہ افزا کلمات تحریر کرتے ہوئے ماہنامہ سنی آواز کے مدیر مولانا سید محمد حسینی مصباحی رقم طراز ہیں:

"کتاب کا حسن ترتیب اور مضامین پسند آئے موصوف نے سلطان الہند حضرت سیدی خواجہ ہندوستاں غریب نواز رضی اللہ عنہ کی شان زیبا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جو خراج عقیدت پیش کیا ہے اسے ترتیب دینے کا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے نیز معترضین کے اعتراضات کا بہت نفیس اور شاندار پیمانے پر جواب دیا ہے۔ آپ نے پوری جماعت اہلسنت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے"

بکھرے اور منتشر شہ پاروں کو حسن ترتیب سے موتیوں کی طرح پرو کر دربار خواجہ میں اور مجدد دین و ملت کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

آغاز سخن کے عنوان سے مرتب مصنف نے نپے تلے جملوں میں اس کی نفیس اور خوبصورت تمہید بیان کی ہے اس کا ایک اقتباس ہدیۂ قارئین ہے:

"جمہور مسلمین کے راستے اور طریقے کو چھوڑ کر الگ راستہ اختیار کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے ہر دور میں معدودے چند افراد ایسے رہے ہیں جو جمہور مسلمین سے ہٹ کر اپنا الگ نظریہ قائم کرتے رہے اولیاء اللہ اور علمائے دین بغض حسد اور عداوت رکھتے رہے ہیں۔ اس دور پر فتن میں بھی انگلی پر گنے جانے والے چند اشخاص ملتے ہیں جو اللہ کے ولیوں اور رسول اللہ ﷺ کے وارثین علمائے ملت اسلامیہ سے دشمنی اور بغض و حسد رکھتے ہیں۔ کوئی رہبر امت محمدیہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے تو کوئی پیران پیر سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھتا ہے کوئی خواجہ خواجگاں حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ سے تو کوئی بارہویں صدی ہجری کے مجدد سلطان اورنگ زیب علیہ الرحمہ سے، کوئی مجاہد جنگ آزادی استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ سے عداوت رکھتا ہے تو کوئی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ ان اولیائے کرام اور علمائے عظام سے نفرت کرنے والے خود ہی خائب و خاسر ہو گئے"

گویا ستیزہ کاری و دسیسہ کاری کی یہ تاریخ کوئی نئی نہیں ہے یہ روایت صدیوں قدیم ہے بلکہ ازل سے اس سلسلہ نامسعود کی کڑی ملتی ہے کہ ہر دور میں بولہبی شرارے چراغ مصطفوی علیہ التحیۃ والثنا سے ستیزہ کاری میں مصروف رہے ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

چاند پر تھوکنے والا خود اپنے لیے ذلت و رسوائی کا سامان مہیا کرتا ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی مقبول بارگاہ الٰہی ہیں جبھی تو آج گلی کوچے میں ان کے علمی فکری کاموں کی گونج سنائی دے رہی ہے۔ آج کون کلمہ گو ایسا ہے جس کے کانوں میں نغمات رضا کے بول رس نہیں گھول رہے ہیں۔۔ مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام کی گونج سے کس کلمہ گو کے کان آشنا نہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف جن لوگوں نے محاذ آرائی کی آج علمی دنیا میں ان کی بازگشت بھی سنائی نہیں دیتی۔ بڑے بڑے قد آوروں نے اس راہ میں منہ کی کھائی۔ کل تک علمی حلقوں میں جن کے علم کا طوطی بول رہا تھا جو حق و صداقت کی آواز نہیں بلکہ اس کی شہادت سمجھے جاتے تھے جن کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات پر افراد امت آنکھیں بند کر کے اعتماد و بھروسہ کرتے تھے جو

یقیناً اس منزل پر تھے ــــ

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

آج انحراف کے سبب نہ وہ صرف منظر نامے سے غائب ہو گئے بلکہ جماعت میں وہ معتوب نظر آرہے ہیں۔ جن کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی آج ان سے جماعت کے بالشتی حضرات میدان میں مقابلہ آرائی کے لیے آستین چڑھائے ہیں اور دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار ہیں یا للعجب!

احترام سادات تو اعلیٰ حضرت کی گھٹی میں تھا اس سلسلے میں ایسی ایسی تاریخی صداقتیں ہیں جن کے مطالعہ سے بے نور آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ پھر ایسی شخصیت سے یہ توقع کس طرح قائم کی جائے کہ انہوں نے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی سیادت و قیادت کا خطبہ نہیں پڑھا۔ مرتب موصوف نے فتاویٰ رضویہ سے لے کر الملفوظ تک، حدائق بخشش سے لے کر مجیر معظم تک، احسن الوعا سے لے کر دوسرے مستند تاریخی ماخذ تک کے صفحات کھنگال کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت و محبت میں لبریز عبارتیں موتی کی طرح چن چن کر نکالیں اور حسن ترتیب سے زینت اوراق بنا کر عوام و خواص کی غیر جانب دار عدالت میں پیش کر دیا۔

ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت سائل سے فرماتے ہیں:

”حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز“

مرتب موصوف اس فتوے کی توضیح و تشریح کرتے ہوئے اس کے بین السطور پر روشنی ڈالتے ہیں:

”امام احمد رضا، خواجہ غریب نواز کے ایسے عقیدت مند بلکہ عشق کی حد تک پہنچے ہوئے شیدائی ہیں کہ بہر تقدیر ان کا دفاع کرتے، ان کی قرار واقعی شان کو اجاگر کرتے، اور ان پر کیے گئے کسی طرح کے اعتراض کا دنداں شکن جواب بھی دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت میں جہاں یہ واضح کیا کہ حضرت ہندوستان کے بادشاہ، حق کی اعانت کرنے والے، دین کے مددگار اور غریب نواز ہیں وہیں حضرت کا دفاع کر کے مخالفینِ خواجہ کا رد بھی کیا ہے“

حضرت مفتی نقی علی خاں قدس سرہ کی کتاب احسن الوعاء لآداب الدعا کی شرح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تحریر فرمائی جس کا نام ذیل المدعا لاحسن الوعا تجویز فرمایا اس کتاب میں ان چوالیس مقامات کی نشاندہی کی گئی جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ رقم طراز ہیں:

سی و نہم: مرقد مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق و الدین چشتی قدس سرہ

مرتب کتاب یہ حوالہ نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

”غور فرمایئے! اس اقتباس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ اقدس میں جس قدر عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کیے ہیں اور خوب سے خوب تر القاب سے یاد کیا ہے وہ ارباب علم و بصیرت پر مخفی نہیں“

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس سے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی نیاز مندی پر شہادت پیش کرتے ہوئے الملفوظ کی یہ عبارت پیش فرماتے ہیں:

”حضرت خواجہ صاحب کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں“

زیارت حرمین شریفین کے دوسرے سفر کی واپسی پر ممبئی سے براہ راست اجمیر شریف درگاہ حضرت خواجہ کا قصد کیا یہ واقعہ اپنے آپ میں حضرت خواجہ سے تعلق خاطر و عقیدت و نیاز مندی کی روشن شہادت ہے۔ مولانا سید محمد فرقان علی رضوی چشتی گدی نشیں آستانہ عالیہ اجمیر شریف کے مضمون کا ایک اقتباس مرتب کتاب نے نقل کیا ہے آپ بھی ملاحظہ کریں:

اعلیٰ حضرت جب زیارت حرمین شریفین سے ہندوستان واپس تشریف لائے تو بمبئی کی بندرگاہ سے سیدھے اجمیر شریف خواجۂ ہند کی بارگاہ ناز میں حاضری دینے آئے وابستگان و اہل عقیدت کا ایک ہجوم اعلیٰ حضرت کو لے کر سب سے پہلے اپنے شہر یا اپنے قصبے یا اپنے گھر کو ان کے وجود سے مشرف کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہ گیا مگر آپ نے سارے عقیدت مندوں کی عقیدت پر حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی عقیدت و شیفتگی کو ترجیح دی چنانچہ وہاں کے خدمت گزار و گدی نشیں سید حسن علی رضوی وکیل جاورہ جو اعلیٰ حضرت کے وکیل، دعا گو و مرید خاص تھے انہوں نے اپنی کتاب ”دربار چشت“ کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھا ہے کہ یہ حاضری ایسی عقیدت و محبت کی حامل تھی کہ ہم خدام آستانہ اور تمام مسلمانان اجمیر کے دلوں پر نقش کر گئی“

حقائق کے ان اجالوں اور شہادتوں کے اس کھلے منظر کے بعد بھی اگر کوئی کور چشم اتہام و الزام تراشی کی اس گرم بازاری میں مصروف ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے ؎

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

مولانا عابد حسین نوری مصباحی نے تلاش و جستجو کی شمع روشن کر کے اس موضوع پر تحقیق کے اجالے بکھیر دیئے ناقابل تردید حقائق اور روشن شہادتوں سے معترضین کو مسکت جواب دے کر انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

مطالعے کے دوران ایک واقعے کی تفصیل پڑھتے ہوئے راقم الحروف ذہنی خلجان کا شکار ہوا اگرچہ مرتب موصوف اس واقعے کے ناقل ہیں تاہم نقل نگاری کے مرحلے سے گزرتے ہوئے بھی ایک ذمہ دار ناقل کے اوپر ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ معارف رضا کراچی پاکستان کے حوالے سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سفر اجمیر کا ایک واقعہ نقل کیا ہے مجھے اس واقعے کی صحت و صداقت پر کسی قسم کا کلام نہیں ہے چونکہ اس واقعے کے راوی ایک عالم دین علامہ نور احمد قادری ہیں جنہوں نے اپنے دادا حاجی عبد النبی قادری رضوی مرید اعلیٰ حضرت کا کانوں سنا نہیں آنکھوں دیکھا واقعہ نقل کیا ہے۔

دہلی سے اجمیر شریف تک جانے کے لیے بی بی اینڈ سی آئی آر ریل چلا کرتی تھی جب یہ ریل گاڑی پھلیرہ جنکشن پر پہنچتی تو قریب قریب مغرب کا وقت ہو جاتا تھا پھلیرہ اس دور کا بہت بڑا ریلوے جنکشن ہوا کرتا تھا جہاں سانبھر، جودھپور اور بیکانیر سے آنے والی گاڑیوں کا بھی کراس ہوا کرتا تھا۔ ان تمام دوسری لائنوں سے آنے والے مسافر اجمیر شریف جانے کے لیے اس میل گاڑی کو پکڑتے تھے اس لیے یہ میل گاڑی پھلیرہ اسٹیشن پر تقریباً چالیس منٹ ٹھہرا کرتی تھی

بہر کیف! جب اعلیٰ حضرت سفر کر رہے تھے تو پھلیرہ جنکشن پر پہنچتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اعلیٰ حضرت نے اپنے ساتھ والے مریدین سے فرمایا کہ نماز مغرب کے لیے جماعت پلیٹ فارم پر ہی کر لی جائے چنانچہ چادریں بچھا دی گئیں اور لوگوں میں سے جن کا وضو نہ تھا انہوں نے تازہ وضو کر لیا۔

اعلیٰ حضرت ہر وقت با وضو رہا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا وضو ہے اور امامت کے لیے آگے بڑھے اور پھر فرمایا کہ آپ سب لوگ پورے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کریں انشاء اللہ گاڑی ہرگز اس وقت تک نہ جائے گی جب تک ہم لوگ نماز پورے طور سے ادا نہیں کر لیتے آپ لوگ قطعاً اس بات کی فکر نہ کریں اور پوری یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کریں یہ فرما کر اعلیٰ حضرت نے امامت کرتے ہوئے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مغرب کے فرض کی جب ایک رکعت ختم کر چکے تو ایک دم گاڑی نے سیٹی دے دی۔ الخ

خط کشیدہ جملوں کا بغور مطالعہ کیجئے تو ان جملوں میں بظاہر تضاد نظر آئے گا۔ ٹرین پھلیرہ اسٹیشن پر چالیس منٹ رکتی تھی، پھلیرہ جنکشن پر پہنچتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہو جاتا تھا، اعلیٰ حضرت ہر وقت باوضو رہتے تھے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا وضو ہے اور امامت کے لیے آگے بڑھے، مغرب کے فرض کی جب ایک رکعت ختم کر چکے تو ایک دم گاڑی نے سیٹی دے دی۔

ظاہر ہے کہ ایک رکعت مکمل کرنے میں چالیس منٹ تو لگیں گے نہیں لہذا تسلیم کیا جائے کہ واقعہ نقل کرنے میں کہیں نہ کہیں ناقل سے سہو ہوا ہے۔

بہر حال! زیر نظر کتاب اپنے متن، اسلوب اور طرز نگارش کے اعتبار سے عمدہ اور قابل قدر ہے مولانا عابد حسین نوری مصباحی نے اس موضوع سے متعلق تمام واقعات فتاوی ملفوظات اشعار اور مشاہدات حسنِ ترتیب سے کتابی شکل میں یکجا کر کے معاندین کو علمی و تحقیقی انداز میں جواب دیا ہے۔ رضویات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے خاصے کی چیز ہے پیشکش عمدہ اور معیاری ہے آئندہ ایڈیشن میں کتابت کی غلطیوں پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

نام کتاب: لباسِ خضر میں

مرتب: مولانا طارق رضا نجمی

صفحات: ۱۸۳

سن اشاعت: نومبر ۲۰۱۶ء

ناشر: دار العلوم فیضانِ تاج الشریعہ، عزت نگر، بریلی شریف

مبصر: فرحان قادری، گجرات، پاکستان

قیمت: ۱۵۰/روپے

ملنے کا پتہ: الجامعۃ الرضویہ، مغل پورہ، دودرخی، پٹنہ سٹی، پٹنہ۔

موبائل نمبر: 9437596589 / 9199464147

اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر
یہاں خضر میں یاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں

تاریخ اسلامیہ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو جتنا مالی، جانی یا ایمانی نقصان اندرونی سازشوں اور پروپیگنڈے نے پہنچایا ہے اتنا بیرونی طاقتوں نے نہیں پہنچایا۔ لیکن یہ مشیت الٰہی ہے کہ جب بھی ایسا کوئی فسادی گروہ اپنے قدم جمانے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ جل واعلیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایسی ہستیوں کو ظاہر فرماتا ہے جو اپنا تن من دھن سب کچھ اسلام کے لیے قربان کردیتے ہیں۔

اگر ہوائیوں کی شکل میں فتنہ اُٹھے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات اپنی جان قربان کرکے اسلام کی حفاظت کرتی ہے، کہیں مولائے کائنات علی کرم اللہ وجھہ خارجی فتنے کی سرکوبی کرتے نظر آتے ہیں، کہیں امام حسین رضی اللہ عنہ اپنا سر کٹوا کر اسلام کو حیاتِ جاویدانی عطا کرتے ہیں، کہیں امام احمد بن حنبل کی ذات اپنی پیٹھ پر ہزاروں دُرّے کھا کر قرآنِ بے عیب کو عیب لگانے والوں کے عیبوں سے بچاتے نظر آتے ہیں اور یہ سلسلہ ایک آدھ صدی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ہر صدی، ہر زمانے کے علمائے حقہ علمائے اہلسنت وجماعت ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے مصروف عمل رہے ہیں، یہاں تک کہ دسویں ہجری میں مجدد الف ثانی تن تنہا بادشاہ اکبر کے فتنۂ اکبر کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے قید کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہیں اور جب اس خطۂ سرزمین جس پر مسلمانوں نے ہزار سال سے زیادہ حکومت کی اور امن واسلام کا پیغام عام کیا، پر انگریز اپنے قدم جمانے لگے تو ۱۸۵۷ء میں دہلی کی گلیاں خون کی ندیوں سے بھر جاتی ہیں۔ لاکھ دبانے سے اسلام دب تو نہ سکا، لاکھ قتل وغارت سے مسلمان مٹ تو نہ سکے۔۔۔ مال بھی لٹ گیا، کاروبار بھی اجڑ گیا، سب ختم ہو چکا لیکن شمع ایمان ابھی بھی ان کے سینوں میں باقی ہے تو انگریزوں نے ایک مقصد، ایک ٹارگٹ، ایک مشن تیار کیا جس کو اقبال نے ان لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

اس مشن کو پورا کرنے کے لیے کہیں تقویۃ الایمان کو ترتیب دیا جاتا ہے، تو کہیں حفظ الایمان کے ذریعے ایمان داروں کے ایمانوں کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں۔ کہیں قادیانیت کو پیدا کرکے ختم نبوت کے ناموس پر حملہ کیا جاتا ہے اور پھر ان سب کے پلندوں اور غلاظتوں کو جمع کرکے ایک نیا ادارہ ندوۃ العلماء قائم کیا جاتا ہے۔ ایسے بھیانک ماحول میں حسب سابق رب کائنات اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے ایمانوں کی حفاظت کے لیے ایک تحفہ عطا فرماتا ہے، جس کو دنیا احمد رضا کے نام سے یاد کرتی ہے۔ امام اہلسنت اپنے قلم کی روشنائی کے ذریعے عشق مصطفیٰ کی شمع مسلمانوں کے دل میں جلاتے ہیں اور اپنے نوک قلم سے باطل قوتوں اور اسلام دشمن طاقتوں کے دلوں کو اس طرح چھلنی کرتے ہیں کہ ان کے دلوں کی دھڑکن جمود کا شکار ہو جاتی ہے۔ صدیوں تک کے لیے بنائے گئے منصوبے جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

امام اہلسنت نے اہلسنت کی ناؤ کو فتنوں کے دریا سے پار لگانے کا بیڑا اُٹھایا اور سینکڑوں فتنوں سے عوام اہلسنت کے عقائد کی حفاظت فرمائی ہے۔ اسلاف کی حقیقی تعلیمات کو مسلمانانِ برصغیر کے سامنے واضح کیا۔ چونکہ قلم رضا کا تھا اسی وجہ سے ان تعلیمات کو دورِ رواں میں جاری فتنوں کے درمیان ایک پہچان حاصل ہوئی اور اس پہچان کا نام مسلک اعلیٰحضرت ہے۔

قربِ قیامت کا زمانہ ہونے کی وجہ سے ایمان کے ڈاکوؤں کی تعداد کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے، ایسے وقت میں علمائے ربانیین کی ذمے داری کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسب اصحابي فليظهر العالم علمه ومن لم يظهر علمه فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔

حدیث پاک سے علمائے ربانیین کی ذمے داری واضح ہو رہی ہے۔ ظہورِ فتن کے وقت علما پر فتنوں کی سرکوبی لازم ہے اور جو ایسا نہ کرے تو فرمایا فعلیہ لعنۃ اللہ اس پر اللہ کی لعنت۔ والملئکۃ اور فرشتوں کی لعنت۔ والناس اجمعین اور تمام لوگوں کی لعنت۔

یہ حال اس کا ہے جو رد نا کرے اور جو انہی فتنوں سے صلح کر لے، ان کو سچا جانے.... اس کا انجام و عاقبت کا اندازہ ہر ذی شعور لگا سکتا ہے۔ ایسی صفت سے متصف حضرات کو صلح کلی کہا جاتا ہے۔ ایسوں کی حالت کا اندازہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۔ (نساء: ۱۴۳)

یہ حضرات تذبذب کا شکار ہیں۔ نا اِدھر کے نا اُدھر کے۔ ایسے بہروپیوں کا رد بھی علما کی ذمے داری ہے۔

ہند میں ایک صلح کلی فتنہ سید سراواں ہے، جس کا مقصد وہی ہے جو طاہر القادری کا ہے اور طاہر القادری کا مقصد وہی ہے جو بادشاہ اکبر کا مقصد تھا اور بادشاہ اکبر کا مقصد الحاد و زندیقیت کو فروغ دینا تھا۔ بادشاہ اکبر کا قلع قمع مجدد الف ثانی کرتے ہیں اور طاہر القادری کی سرکوبی امام اہلسنت کے غلام بالخصوص خانوادہ امام اہلسنت کے اختر تاباں تاج الشریعہ حضرت مولانا اختر رضا خان اطال اللہ عمرہ فرماتے ہیں اور سید سراواں ابو میاں کا تعاقب کرنے والے ہر اول دستہ میں کتاب ہذا کے مرتب محبی حضرت علامہ مولانا طارق نجمی رضوی ہیں، جنھوں نے سراوانی فتنے کے سدباب میں وہ کوشش بلیغ فرمائی کہ دور سے اوّلیت کا سہرا آپ کے سر جگمگاتا نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے اس جانباز سپاہی کو آشوب روزگار سے محفوظ رکھے۔ مزید خدمات کی توفیق بخشے اور اس خدمت دینی کو قبولیت کے عرش پر متمکن فرمائے۔

آپ کی کتاب ''لباسِ خضر میں'' پڑھنے کو ملی، دل باغ باغ ہو گیا۔ کتاب ہذا اپنے موضوع پر جامع کتاب ہے۔ آپ نے اس کتاب میں صوفی ابو میاں کے بارے میں قابل صد احترام علمائے کرام کے تاثرات و خیالات کو ترتیب دیا ہے کہ اپنے اس پہلے انوکھے موضوع پر کتاب نوادرات کا مرقع نظر آتی ہے۔ مرتب کے والد محترم حضرت علامہ مولانا نجم الملۃ والدین ڈاکٹر نجم القادری صاحب دام فیوضہ نے اس کتاب میں صلح کلیت کے تعارف، اس کے نقصانات اور اس کے تدارک پر روشنی ڈالی ہے جو کہ عوام اہلسنت کے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔

احادیث طیبہ میں جہاں علمائے حقہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں وہیں علمائے سو پر نازل ہونے والے قہر کو بھی بیان کیا گیا ہے۔۔۔۔ کہیں فرمایا کہ عالم کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے، تو بعض مقامات پر علما کو پشتِ زمین پر موجود مخلوق میں سب سے بدترین بھی کہا گیا ہے۔ اسی طرح صوفیا میں سے تو بعض وہ ہیں جن کو حضور داتا گنج بخش علی ہجویری امام الاصفیا کہہ کر پکارتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایھا الکذاب انت فی ظاھرك زاھد و باطنك خراب کالبیاض علی بیت الماء۔ (الفتح الربانی، صفحہ ۳۲)

اس کتاب میں مرتب نے مفتی راحت خان قادری دامت برکاتہ العالیہ کی تحریر کو بھی شامل کیا ہے، جس میں تصوف کا تعارف، تصوف کی حقیقت بزبانِ صوفیا بیان کی گئی ہے اور ابو میاں متصوف کی چند قابلِ گرفت عبارتوں کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر علمائے عظام بالخصوص مفتی مقصود عالم صاحب دام فیوضہ کے کلام کو بھی اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

یہ کتاب ایمان کے ڈاکوؤں کے چنگل میں جلد پھنس جانے والے بھولے بھالے سنیوں کے لیے مضبوط ڈھال کی حیثیت رکھتی ہے۔ علامہ طارق صاحب نے ناچیز کو اس کے دوسرے ایڈیشن کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی ہے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مرتب کو جزائے خیر سے مالا مال فرمائے اور اس کتاب کو عوام اہلسنت کے لیے نافع بنائے۔ میری محبانہ گذارش ہے کہ کتاب خود پڑھیں، دوست و احباب کو پڑھنے کی دعوت دیں۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ صلح کلیت سے حفاظت کے لیے ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا اتنا ضروری ہے جتنا کہ مرضِ مہلک کے لیے مؤثر دوا کا ہونا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کتاب کی نکاسی میں مومنانہ ہاتھ بڑھائیں تاکہ دوسرا ایڈیشن پھر نئی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد آپ کے ہاتھ میں ہو۔

قارئین باتمکین سے گذارش ہے کہ نقد و نظر کی میزان پر تول کر اپنے تاثرات قلبی سے ممنون فرمائیں۔ چوں کہ یہ کتاب اغیار کی نظروں میں کانٹا بن کر چبھے گی، وہ نقص نکالنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے، اس لیے حسن و قبح کے پرکھ اس نقطۂ نظر سے بھی اس کا مطالعہ فرمائیں۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یاسین صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرہ رفتگاں

ایک مسافر ملک عدم کی داستان

حضرت مفتی راحت خان قادری بریلی شریف

جس گھر میں کسی بچے کی ولادت ہو اس گھر والوں کی خوشیوں کا کیا عالم ہوتا ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں اور اس بچے کی خوش بختی کا عالم کیا ہوگا جس کے والد محترم کے لیل ونہار علم وادب کے پیاسوں کو سیراب کرنے، دین وسنیت کی نشر واشاعت میں گزرتے ہوں، جس نے مذہب ومسلک کی خدمت واشاعت کے لیے اپنا عیش وآرام تج دیا ہو، یقیناً ایسا باپ بھی اپنے گھر بچے کی پیدائش پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتا ہوگا لیکن اس کا انداز دوسرے لوگوں سے مختلف ہوگا، اس کے ذہن میں گردش کرنے والے خیالات بھی الگ ہوں گے، ایسے ہی گھر میں ۲۴/ربیع النور ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۱/ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ صبح کے وقت ایک بچہ کی ولادت جسے دنیا نے "منیف رضا" کے نام سے جانا۔

والد گرامی علامہ حنیف خان صاحب قبلہ جس وقت "جامع الاحادیث" کی جمع وترتیب میں معروف تھے، اس وقت مولانا منیف سخت بیمار پڑے مشفق باپ علاج کے لیے اسپتالوں میں جانچ اور تشخیص کروائی تو پتا چلا کہ ان کے دل میں سوراخ ہے، ڈاکٹروں نے پانچ سال کی عمر میں آپریشن کے لیے کہا۔ والد گرامی انہوں نے "جامع الاحادیث" کے عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا جو عزم مصمم کیا تھا بچے کی تکلیف کے سبب اس کام پر بھی بہت اثر پڑا اور مصروفیات میں بھی تبدیلیاں ہوئیں، بہر حال پانچ سال ہو جانے کے بعد دلی کے مشہور ومعروف اسپتال ایمس (AIIMS) میں ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء تک دو کامیاب آپریشن ہوئے اور مکمل احتیاط وپابندی کے ساتھ مسلسل ۶/سال تک علاج کے بعد صحت یابی ہوگئی۔ یہ بھی اس بچے کی خوش قسمتی ہی کہی جائے گی کہ بچہ نے جب دنیا میں پہلی سانس لی تھی تو اس کے والد محترم "جامع الاحادیث" کے لیے کوشاں رہتے تھے، اس بچے کا بچپنا پھر بچپن میں ہی اس کا بیمار ہو جانا، ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ کون سوچ سکتا تھا کہ یہ بچہ بھی اتنی سرعت وتیزی کے ساتھ سفر طے کر کے کسی لائق بن کر اپنے والد بزرگوار کا ہاتھ بٹائے گا اور "جامع الاحادیث" کے لیے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے کوشش کرے گا لیکن "الولد سرّ لأبیه" کسی بھی ہونہار بیٹے میں قابل تقلید باپ کا جلوہ آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے، اچھی اولاد اپنے شریف باپ کی خوبیوں کی عکاس ہوا کرتی ہے، اس بیٹے نے بھی آنکھیں کھولنے کے بعد اپنے والد کو مسلسل محنت ومشقت اٹھا کر اشاعت دین میں مصروف دیکھا، درس وتدریس اور گھریلو مصروفیات کے باوجود راتوں رات کتب بینی، ورق گردانی کرتے ہوئے پایا۔ ان کے شب وروز دیکھنے والے حضرت علامہ عبد السلام رضوی مدظلہ ان کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"منعم حقیقی نے آپ کی ذات میں عظیم صلاحیتیں ودیعت رکھی ہیں، آپ ایک تجربہ کار مدرس، قادر الکلام مقرر، انتظام امور کی اعلیٰ صلاحیت سے متصف اور پختہ مشق قلم کار ہیں۔ آپ کی علمی، تدریسی، اور انتظامی خدمات سے آگاہی رکھنے والے عوام وخواص برملا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں. کہ موصوف گرامی جہاں پہنچے جنگل کو منگل کر دیا، جس خیابان علم میں قدم رکھا بہار آگئی، جس ادارے سے متعلق ہوئے اسے ترقیات سے ہم کنار کر دیا۔" (جامع الاحادیث، احوال واقعی، جلد اول، ص: ۳۹، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، ۲۰۰۴ء)

یہی سب کچھ دیکھتے دیکھتے یہ بچہ اپنی عمر کی منزلیں طے کر رہا تھا، ابتدا میں اس بچے کی بیماری کی وجہ سے "جامع الاحادیث" کا کام کچھ

دنوں موقوف رہا تھا اب اسی بچے نے ''جامع الاحادیث'' کے کار خیر میں اپنے والد محترم کا اپنی حیثیت کے اعتبار سے ساتھ دینا شروع کر دیا اور ''جامع الاحادیث'' کی اخیر کی چار جلدوں کی کمپوزنگ، کمپیوٹر پر تصحیح، تزئین کاری وغیرہ میں وہ بذات خود شریک وسہیم رہے ہیں۔

باقاعدہ تعلیمی سفر کی ابتدا، ۲۰۰۱ء کو جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف سے ہوئی اس کے بعد شہر بریلی کے مختلف اسکولوں میں نہایت ہی سرعت وتیزی کے ساتھ درجات طے کرتے ہوئے نویں کلاس تک محض ۶؍سال کی مدت میں پہنچ گیے، اس کے بعد ٹھا کر دوارہ ضلع مرادآباد میں ۳؍سال رہ کر حفظ قرآن کریم مکمل کر کے اپنے گھر آکر درس نظامی کا آغاز کیا پھر ''جامعہ حرا'' مہاپولی، بھونڈی (ممبئی) میں چند ماہ تعلیم حاصل کی اور ۲۰۱۰ء میں ''جامعہ نوریہ رضویہ'' بریلی شریف میں جماعت ثانیہ میں داخلہ لیا، امام احمد رضا اکیڈمی کی کثیر مصروفیات کے باوجود ان کا شمار جامعہ کے ممتاز وہونہار اور نمایاں طلبہ میں ہوتا تھا، اسی سال ۱۴۳۸ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے ۹۸؍ویں عرس (عرس رضوی) کے مبارک ومسعود موقع پر علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں موصوف کو دستار فضیلت سے نوازہ گیا تھا۔

ایک طرف موصوف کی زندگی کی ابتدا علم دین کے حصول سے ہوئی اور دوسری جانب مذہبی واشاعتی خدمات کی ابتدا ''جامع الاحادیث'' پر کام سے ہوئی اس کے بعد امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی تقریباً ایک سو (۱۰۰) سے زائد کتابوں کے کام میں وہ شریک وسہیم رہے بلکہ وہ کتابیں انہیں کے ذریعہ فائنل ہوئیں، خاص طور پر یہ کتابیں:

فتاوی بحر العلوم (۶؍جلدیں) حاشیہ بیضاوی (۳؍جلدیں)
بحر العلوم نمبر (۱؍ضخیم جلد) فتاوی امجدیہ (۴؍جلدیں)
فتاوی مفتی اعظم (۷؍جلدیں) فتاوی رضویہ (۲۲؍جلدیں)

یہ بھی ایک اتفاق کہیے کہ اسی سال ۱۴۳۸ھ میں موصوف نے درس نظامی کی تعلیم کی تکمیل کی جس کی ابتدا حروف تہجی (الف، ب، ت وغیرہ) سے ہوئی تھی اور ادھر وہ مذہبی اشاعتی خدمات جن کی ابتدا ''جامع الاحادیث'' سے ہوئی تھی ان کی تکمیل بھی اسی سال ''فتاوی رضویہ'' کے جدید ایڈیشن کی شکل میں ہوئی، موصوف نے فتاوی رضویہ پر مختلف نوعیتوں سے کام کیا:

(۱) پوری کتاب میں سوالات وجوابات جلی حروف سے لکھے ہیں۔
(۲) فتاوی میں چار ہزار سے زیادہ آیات کو قرآن کریم کے سوفٹ ویئر سے سرچ کر کے خوب صورت رسم قرآنی کے مطابق چسپاں کیا۔
(۳) تخریج کے اسلوب کو نہایت سلیقے سے خوب صورت بنا کر پیش کیا۔
(۴) نمبر ڈال کر حوالجات سیٹ کیے۔
(۵) متن احادیث کو قوسین میں اور فقہی عبارات کو واوین میں رکھنے کا کام بھی خاص مقدار میں کیا۔

ایک اندازے کے مطابق ہر ہر صفحہ موصوف کے پاس سے چار یا پانچ مراحل سے گزرا ہے، ۲۲؍جلدوں کے سولہ ہزار صفحات پر مشتمل اپنی نوعیت کا ان کا یہ منفرد کارنامہ ہے، یقیناً یہ رہتی دنیا تک ان نوعیتوں کے ساتھ ان کی یادگار رہے گا۔

۲۰۰۱ء کے بعد سے تعلیم کی ابتدا کر کے محض ۱۵؍سال کے قلیل عرصہ میں اشاعتی خدمات کے ساتھ حفظ وقرات اور درس نظامی اور فتاوی رضویہ کی تکمیل کرنے والا یہ شاہین صفت ۲۵؍سالہ اس نوجوان کی اچانک ۱۹؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو طبیعت علیل ہوئی اور بالآخر مکمل ایک ہفتہ علالت وعلاج کے بعد ۲۷؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کو ان کے انتقال کی خبر تقریباً پوری دنیا میں عام ہوگئی، دنیائے اہل سنت میں رنج والم کی لہر دوڑ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ،

ان کے گھر پر آخری دید کے لیے علما ومشائخ اور طلبہ وعوام کا تانتا بندھ گیا اور یہ سلسلہ تدفین تک جاری رہا۔ موصوف مرحوم سے ہم عمری کی وجہ سے میرے بھی قریبی تعلقات تھے جب بھی اکیڈمی جانا ہوتا وہ نہایت ہی خندہ پیشانی وملنساری اور اپنائیت وعاجزی کے ساتھ پیش آتے تھے وہ اچانک سب کو سوگوار چھوڑ جائیں گے یہ تو کبھی وہم وخیال میں بھی نہیں آیا تھا۔

وہ راتوں رات جاگ کر کام کیا کرتے ان کے رہنے سے اکیڈمی میں ایک چہل پہل ہوتی تھی اب وہ تنہا کیا گیے ایسا لگتا ہے کہ پوری اکیڈمی میں سناٹا چھا گیا ہو در ودیوار نے خاموشی اختیار کر لی ہو۔ میں نے بھی ان کا آخری دیدار کیا اور بہت غور سے ان کے چہرے کو دیکھا چہرے پر اتنی زیادہ نورانیت تھی کہ میں نے ان کے چہرے کو اتنا منور وتابناک اور چمکتا دمکتا ہوا اس سے پہلے اور کسی دن نہیں دیکھا تھا،

۲۸؍ربیع الاول کو کثیر تعداد میں علما ومشائخ، سادات وعمائد اور معززین وطلبہ نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور امام احمد رضا

اکیڈمی کے پاس قبرستان کے قریب ایک پلاٹ میں مغرب سے قبل ہزاروں لوگوں نے نم ناک آنکھوں سے مرحوم کو سپرد خاک کیا۔

جوان بیٹے کی میت پر سب سے زیادہ غم والدین کو ہی ہوتا ہے لیکن ایسے درد وغم بھرے ماحول میں بھی حضرت علامہ محمد حنیف۔۔۔ رضوی دام ظلہ کو میں نے صبر وتحمل میں کوہ ہمالہ سے بھی بہت بلند پایا، یقیناً حضرت کا دل غم واندوہ میں ڈوبا ہوا، مصائب وآلام سے چور ہوگا لیکن دہلی سے واپسی کے بعد علمائے کرام کے جھرمٹ میں گھر کے دروازے کے پاس پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر سنجیدگی کے ساتھ تعزیت کے لیے آنے والوں سے ملتے رہے اور اپنی پیشانی سے برابر اپنے غموں کو چھپا کر صبر وشکر کی ادا میں ہی نظر آئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مرحوم کے جملہ اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

نبیرۂ صدر الافاضل مولانا ڈاکٹر سید عرفان الدین نعیمی کی رحلت

غلام مصطفیٰ نعیمی۔ مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی

سرزمین مراد آباد بڑی مردم خیز واقع ہوئی ہے۔ ہر دور میں یہاں ایسے اساطین علم وفضل جنم لیتے رہے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں قوم وملت کے لیے بیش بہا خدمات انجام دے کر اپنے خلوص وللّٰہیت کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ شاید ایسے ہی مردانِ وفا کے لیے جگر مراد آبادی نے کہا تھا ؎

جگر راہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
کہ دنیا میں دیکھتی ہے اور مجھ کو یاد کرتی ہے

خانوادۂ صدر الافاضل کے بزرگ عالم دین، مخلص داعی، مشفق پیر طریقت، بزرگوں کی یادگار حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر سید عرفان الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ انہیں مردان وفا میں سے ایک ہیں جن کی زندگی کے روشن نقوش آج رہ رہ کر یاد آ رہے ہیں، کہ انہوں نے داعی اجل کے بلاوے پر لبیک کہہ کر رخت سفر باندھ لیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سید عرفان الدین میاں صاحب قبلہ امام الہند حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے خلف اوسط رہنمائے ملت حضرت مفتی سید اختصاص الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے شہزادے ہیں۔ آپ صرف دو ہی بھائی تھے، بڑے بھائی شارح خزائن العرفان رضوان ملت حضرت علامہ سید رضوان الدین نعیمی علیہ الرحمہ تھے۔ جنھوں نے ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دی، ہر مقام واجلاس میں اپنے ساتھ رکھا اور بڑے بھائی ہونے کا حق احسن طریقے پر ادا کیا۔

حضرت عرفان میاں صاحب بڑے وجیہ، دراز قد اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ جس قدر مضبوط بدن تھا اس سے کہیں زیادہ پختگی ان کے ارادوں میں نظر آتی۔ جرأت وبہادری تو گویا ان کی رگ رگ میں بھری تھی، بڑی سے بڑی پریشانی کے وقت بھی ان کا عزم وحوصلہ دیکھنے والا ہوتا تھا۔ دوران گفتگو بڑی سنجیدگی سے سامنے والے کی بات سنتے تھے اور پھر اپنی بات کہتے، درمیان میں ٹوکا ٹوکی کی عادت سے کوسوں دور تھے۔ سیدانہ وقار، عالمانہ وجاہت اور خانقاہی انکساری کی چلتی پھرتی مورت نظر آتے تھے۔ دور سے دیکھنے پر ایک رعب ساطاری ہوتا تھا بڑی بڑی آنکھیں اور کبھی ان میں نظر آنے والا سرخ ڈورا کسی کو بھی رعب میں لینے کے لیے کافی ہوتا مگر جب ان کے قریب جاتے تو اپنی محبت آمیز گفتگو، مہمان نوازی اور مشفقانہ رویے سے اپنا بنا لیتے۔ چہرہ جتنا رعب دار تھا اخلاق اتنا ہی دل نشیں اور من موہنا تھا۔ ایک بار آپ ان سے ملنے کے لیے چلے جائیں تو اچھا خاصا وقت لگ جاتا تھا کہ حضرت کی مہمان نوازی کئی رنگ لیے ہوتی تھی اور آپ کا دستر خوان کافی وسیع تھا۔

یوں تو حضرت عرفان میاں نے آبائی شہر مراد آباد میں ہی آنکھیں کھولیں، تعلیم وتربیت اپنے جد کریم سیدی صدر الافاضل کے ادارے جامعہ نعیمیہ میں حاصل کی۔ بعد میں آپ کا رجحان طب وحکمت کی طرف ہوا، اور آپ نے اسی کی پریکٹس شروع کردی۔ عرصہ دراز تک طب وحکمت کے ذریعے بندگان خدا کے ظاہری امراض کا علاج کرتے رہے لیکن والد گرامی وقار رہنمائے ملت حضرت علامہ مفتی سید اختصاص الدین نعیمی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے مضبوط حلقہ اثر گونڈا بلرامپور اور نیپال وغیرہ کے علاقوں میں جانے کا اتفاق پیش آیا۔ اس کے بعد آپ گونڈا کے ہی ہو کر رہ گئے، درمیان میں مراد آباد بھی تشریف لاتے رہتے تھے مگر اکثر اوقات گونڈا میں بسر کرتے تھے۔

گونڈا بلرامپور کا علاقہ بابائے ملت استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی عتیق الرحمان نعیمی علیہ الرحمہ کا سینچا گیا (بقیہ صفحہ ۲۰ پر)

اظہار خیالات

اہل علم اور دیگر حساس ذہن رکھنے والے حضرات اپنی باتیں اس کالم میں شیئر کر سکتے ہیں۔

دعوت فکر و عمل

مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

ہندوستان میں مذہب اہل سنت وجماعت کے فروغ وارتقا اور علمائے کرام کی صلاح وفلاح کے لیے ایک تجویز حاضر خدمت ہے۔ امید قوی ہے کہ علمائے اہل سنت ودانشوران قوم وملت اپنے عمدہ اور مفید مشوروں سے ہمیں مطلع فرمائیں گے۔

(۱) ہر سال ہندوستان کے مدارس اسلامیہ سے قریباً بیس ہزار علما فارغ ہوتے ہیں، جبکہ ہر سال اس مقدار میں جدید مساجد ومدارس تعمیر نہیں ہوتے کہ وہاں ان فارغین کو مقرر کیا جا سکے۔ آخر یہ فارغین، تحصیل معاش کے لیے کیا کریں؟

(۲) علمائے کرام مساجد ومدارس تک محدود رہا کرتے ہیں۔ مدارس سے عوام الناس کا زیادہ ربط وتعلق نہیں ہوتا۔ مساجد میں عموماً صرف جمعہ کو خطابات ہوتے ہیں اور اکثر مسلمان نماز جمعہ کے قریب مسجد میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ علمائے کرام کے مواعظ وتقاریر سن نہیں پاتے۔ اب ان کے ایمان وعقائد کا تحفظ کس طرح کیا جائے؟ یعنی علماء کرام وقائدین ملت مساجد ومدارس تک محدود ہیں اور عامۃ المسلمین، تحصیل معاش کے لیے بازاروں، دوکانوں، حکومتی وغیرہ حکومتی محکمہ جات مثلاً بینک، پوسٹ آفس، اسکول، کالج، یونیورسٹی، ریلوے، پولیس ودیگر فیکٹریوں و کمپنیوں سے منسلک ہوتے ہیں اور ان مقامات ومحکمہ جات میں علماء کرام موجود نہیں ہوا کرتے۔ جبکہ اغیار ان تمام شعبہ جات میں براجمان ہیں اور قوم مسلم کو مذہب اہل سنت وجماعت سے برگشتہ کر کے اپنی جماعتوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ علمائے اہل سنت بھی مساجد ومدارس کے ساتھ ان تمام معاشی شعبوں میں داخل ہوں، جہاں عام مسلمانوں سے ان کے مراسم قائم ہو سکیں اور وہ حسب ضرورت ان کے ایمان وعقائد کے تحفظ کیلئے کوشاں رہیں؟

حکومتی محکمہ جات اور کمپنیوں میں جوائن ہونے کیلئے کم از کم 10+2 کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوگی۔ اس لیے چند ایسی تعلیم گاہیں قائم کی جائیں، جہاں فارغین مدارس کے لیے "یک سالہ کورس" کا انتظام ہو۔ انہیں دعوت وتبلیغ کی تربیت اور عقائد وفقہ کی اعلیٰ تعلیم دی جائے، ساتھ ہی انہیں اوپن اسکول (Open School) کے نظام تعلیم کے تحت ایس ایس ایل سی (S.S.L.C/Matriculation) میں ایڈمیشن دلا کر امتحانی مضامین کی تیاری کرائی جائے۔ ایس ایس ایل سی کے بعد پی یو سی (P.U.C./Intermediate) میں داخلہ دلا کر وقتی طور پر انہیں کسی مسجد یا مدرسہ سے منسلک کر دیا جائے، تاکہ وہ اپنی معیشت کا بھی کچھ انتظام کر سکیں اور اپنی اسکولی تعلیم بھی جاری رکھیں۔ حکومتی محکمہ جات کی ویکینسی (vacancy) کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔ یہ اس کے امتحانات میں شرکت کریں۔ اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ ثم انشاء الرسول ﷺ رفتہ رفتہ علمائے کرام، مختلف محکمہ جات سے منسلک ہوتے جائیں گے اور ان محکموں میں موجود مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔ اگر آج ہم نے یہ کام شروع کر دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ چند سالوں بعد اس کے عمدہ نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ارباب فکر ونظر ہمیں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔ اس پروگرام کے آغاز کیلئے عملی اقدام کی کوشش جاری ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں بھی تخفیف کی جائے۔ فضیلت کورس کو پانچ سالہ کر دیا جائے، تاکہ فراغت کے بعد فارغین کے پاس کچھ وقت باقی رہے۔ اس مدت میں وہ اپنے معاش کے لیے کچھ سیکھ سکیں یا اسکولی تعلیم حاصل کر سکیں۔ حالات حاضرہ کے اعتبار سے تقلیل مدت ایک قابل قبول امر ہے۔ کیونکہ نصاب تعلیم میں بہت سی ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جن کو نصاب سے خارج کر دینے پر تعلیمی معیار متاثر نہیں ہوتا۔ پھر جو مزید تعلیم حاصل کرنا چاہیں، ان کے لیے تخصص کے شعبہ جات مختلف مدارس اسلامیہ میں موجود ہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

تاثر وتبریہ

مولانا شکیب ارسلان مصباحی مبارک پور، اعظم گڑھ

دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اِک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:
{یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ} ترجمہ: اے نبی! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اوران پر شدت اور سختی کرو۔

یہ انھیں حکم دیتا ہے جن کی نسبت فرماتا ہے: {وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ} یہ انھیں حکم دیتا ہے جن کی نسبت فرماتا ہے: {وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ} بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔ تو معلوم ہوا مخالفین شرع متین اور اعداو مرتدین پر شدت اور غلظت منافی اخلاق و رحمت نہیں، بلکہ یہی اخلاق حسن اور فطری رحمت ہے اوران کے لیے {لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ} کا مژدہ ہے۔

صلح کلی اور بدمذہب جو یہ کہتے ہیں کہ تہذیب کے خلاف ہے جو ہم سے ملنے آئے اس سے نہ ملا جائے، یہ ''نیچری'' تہذیب کے خلاف ہوسکتا ہے، اسلامی تہذیب کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ جس سے ہم نے اسلامی تہذیب سیکھی اسی کا فرمان ہے ''بدمذہبوں اور گمراہوں سے دور بھاگو، اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ اور اس کا پروردگار کافروں اور منافقوں پر شدت اور سختی کرنے کا حکم دیتا ہے اور مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے:

{ولیجدوا فیکم غلظۃ} یعنی لازم ہے کہ وہ (کفار) تم میں درشتی اور سختی پائیں۔

یعنی مذہبی شناخت ہمارے کردار و عمل سے ظاہر ہو اور ہمارے طرز عمل میں نفاق کی جھلک نہ ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد راحت خاں صاحب کی کتاب ''حجاب تصوف میں بھیانک چہرہ'' کے مطالعہ سے انکشاف ہوا کہ احسان اللہ صفوی الہ آبادی معروف ''ابومیاں'' کے غیر شرعی افکار ونظریات، اعمال و معتقدات کس حد تک پہنچ چکے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ''ابومیاں'' اور ان کے حواری عوام اہل سنت کو میٹھا زہر پلانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اپنے ادارہ کے ماہ نامہ ''خضر راہ'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

اس وقت کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے، آپ کی بارگاہ میں آنے والے ہندو، مسلم، مومن، کافر، شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، امیر وغریب وغیرہ ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں''۔

اس تحریر سے ایسا جھلکتا ہے کہ تکفیر کا زمانہ صرف زمانہ خیر القرن اور عہد رسالت ہی تھا اور نزول قرآن کے بعد ختم ہوگیا، عہد رسالت کا کافر، کافر اور منافق، منافق تھا، اس لیے اب کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کوئی بھی صحیح الدماغ اور سلیم الفطرت انسان کیوں کر اس بات کو تسلیم کرسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کے برادر خرد ''حضرت ننھے میاں'' عرض کرتے ہیں حضور حیدرآباد سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے آرہا ہے، تالیف قلب کے لیے اس سے بات کر لیجیے گا وہ آیا ''اعلیٰ حضرت'' اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ حضور کے مخاطب نہ کرنے سے اس کی بھی جرأت نہ تھی کہ تقدیم کلام کرتا، تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا، اس کے جانے کے بعد ''ننھے میاں'' نے حضور کو سناتے ہوئے کہا: اتنی دور سے ملنے کے لیے آیا تھا اخلاقاً توجہ فرمانے میں کیا حرج تھا؟

حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے یہی اخلاق بتایا ہے، پھر فرمایا: امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہمان کی زبان سے کھانا کھانے کے درمیان بدمذہبی کے الفاظ نکالنے پر اس کو کان پکڑ کر باہر نکلوادیا، اور خود حضور سید المرسلین نے مسجد نبوی شریف سے منافقین کو نام لے لے کر نکلوادیا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص: ۲۸۷)

اعلیٰ حضرت کے معتقدات اوران کے معمولات کی پیروی کے دعوے دار، ان کے بتائے ہوئے احکام وفرمودات سے بیزاری و انحراف۔۔۔۔۔ حیرت ہے۔

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

کیا جواز ہوسکتا ہے ہر فرقہ اور ہر مذہب ومسلک کے افراد سے ملنے اوران کی پیاس بجھانے کا۔

اس مقام پر میں یہ بھی عرض کردوں دینی تصلب اور مذہبی

غیرت مندی اسی طرح ناجائز وحرام سے تکدر ہمارا موروثی ترکہ ہے۔ حضرت بحر العلوم کا سانحۂ ارتحال اخبار میں ان کی تصویر کے ساتھ چھپا میں نے اپنے بھائی (ظہیر الحسن) سے پوچھا یہ اخبار میں حضرت کی تصویر کیسے چھپی؟ (کیوں کہ تصویر کی حرمت اور اس کی غلظت پر حضرت کے سخت ترین موقف کا میرا مشاہدہ تھا جہاں کہیں مجبوری ہوتی رومال کے ذریعہ اپنے چہرے کے گرد حصار کر لیتے۔) اس نے کہا جامعہ اشرفیہ کے مفتی نظام الدین صاحب کے مانگنے پر میں نے دے دیا۔ میں نے اپنے بھائی کو ڈانٹا یہ حرام اور گناہ گاری کا کام ہوا۔ اس طرح اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ "ابومیاں" مبارک پور تشریف لائے اور حضرت بحر العلوم قدس سرہ کے عرس میں صرف آدھے گھنٹے تک اسٹیج کی زینت بنے رہے، پھر چلے گیے اس وقت اتنی جلدی ان کے چلے جانے کا قلق رہا اور اب جیسے حالات انھوں نے بنا رکھے ہیں یہ سن کر اور خود پڑھ کر "عرس بحر العلوم" میں انھیں مدعو کرنے اور انھیں بلانے کا قلق اور کرب ہے۔

والعذر عند کرام الناس مقبول۔

□□□

ہم کہاں جارہے ہیں

تحریر: ارسلان احمد اصمعی قادری

سیکولرازم، لبرل ازم، وغیرہ کا رَدّ اور اِنکے نظریات وافکار باطلہ کا خلاف کرنا "بے حد ضروری" ہے ------ مگر اس مشکل راہ پر چلنے والے نجانے کیوں جلد ہی اپنی اصل کو بھول جاتے ہیں ------ مانا کہ اِن موضوعات پر تحریری کام اہلسنت وجماعت بریلوی کا آٹے میں نمک کے برابر ہے اور جنہوں نے کام کیا اور کر رہے ہیں وہ بھی الا ماشاءاللہ خود کو لفظ "بریلوی" سے تعبیر کرنے پر شاید شرمندگی محسوس کرتے ہیں بلکہ اُلٹا اپنی تحاریر میں کبھی کبھی بریلویوں کو تنقید کا نشانہ بھی بنا جاتے ہیں ------ اور صلح کلیت کی جانب اپنی راہ ہموار کر رہے ہیں ------ عجیب ڈرامے بازی ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ لبرل ازم، سیکولرازم کا رد کرتے کرتے اور بدمذہبوں کی کتابیں پڑھتے پڑھتے آپ کے دلوں میں جو سُنیت کا چراغ جل رہا ہے وہ گمراہیت کے طوفان کی زد میں آکر بجھ جائے اور ایک کوئی نیا "فرقہ" معرض وجود میں آجائے

اس لیے خُدارا اپنی نجی بیٹھکوں اور علمی حلقوں میں لفظ "بریلوی" کو لاچاریت، تضحیک اور بدنامی کے طور پر پیش نہ فرمائیں ------ بریلوی ہی خالص اہلسنت وجماعت ہیں

اور شروع اسلام سے ہی اہلسنت نے اسلام کے خلاف ہر اُٹھنے والے طوفان کا رُخ موڑا اور اُنکا گھمنڈ توڑا ہے

ہمارے اسلاف نے اپنے وقت میں بیک وقت کئی کئی فرقوں کے باطل عقائد ونظریات کا علمی تعاقب فرمایا اور ایسا فرمایا کہ آج اُن باطل فرقوں کا نام ونشان تک نہیں ---- ہمارے اسلاف نے قرآن وحدیث سے ہی ان باطل فرقوں کا رد کیا کسی بدمذہب کی کتاب سے استفادہ ہرگز نہ کیا...

امام اعظم ابوحنیفہ سے لے کر امام احمد رضا خان قادری (رحمہم اللہ تعالی اجمعین) تک کی سیرت کا مطالعہ ہمیں جھنجوڑ جھنجوڑ کر کہہ رہا ہے ------ کہ دیکھو یہ خدمت دین کی سُنہری اصول ہیں جو ہم تمہیں دے کر جارہے ہیں قیامت تک جب بھی کوئی نیا فتنہ اُٹھے تو ہماری خدمات ہمارے اصولوں پر نظر ڈال لینا انشاءاللہ مشکل کشائی ہوگی

میری اس تحریر سے اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو اسکا وہ خود ذمہ دار ہے اور یہ تکلیف اُس تکلیف سے کم ہے جو آئے دن آپ لوگوں کی طرف سے ہمیں مل رہی ہے ----

□□□

بانکا ضلع میں الرضا حاصل کریں

مفتی مستقیم احمد رضوی
علما کونسل بانکا
7634955486

الجامعۃ الاشرفیہ میں الرضا حاصل کریں

مولانا ابوھریرہ رضوی
مبارک پور اشرفیہ
07752822830

جماعتی خبریں

تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت کا رسم اجرا

(حافظ) غضنفر محمود رضوی
رکن امام احمد رضا سوسائٹی کلکتہ

کلکتہ: امام احمد رضا سوسائٹی کلکتہ کی جانب سے ۱۲ر نومبر ۲۰۱۶ء شہر نشاط کلکتہ کے تاریخی علاقہ مٹیا برج میں ایک عظیم الشان ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد زیر سرپرستی: محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ العالی (نائب قاضی القضاۃ فی الھند) زیر صدارت: گل گلزار اسماعیلیت حضرت علامہ سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی مدظلہ العالی (مسولی شریف) زیر سیادت: چشم و چراغ خاندان برکات حضرت علامہ سید شاہ شاہد حسین زیدی برکاتی مدظلہ العالی (مقیم حال کلکتہ) زیر عنایت: خلیفہ تاج الشریعہ علامہ فاروق احمد رضوی مدظلہ العالی (سیتا مڑھی، بہار) زیر قیادت: اسیر تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد شاہد القادری (چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی کلکتہ) کیا گیا۔

اس پر بہار موقع پر چودہویں صدی کے مجدد سیدی امام احمد رضا کے ۹۲ر خلفاء عظام کے احوال و کوائف مشتمل ''تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت'' مرتب: مولانا محمد شاہد القادری (کلکتہ) کا رسم اجراء رونق اسٹیج علما اور مشائخ کے دستہائے مبارک سے عمل میں آیا اور اس کتاب کی تکمیل پر حضرت گل زار ملت مدظلہ العالی نے مولانا موصوف کو مسولی شریف میں اس سال عرس مقدس کے موقع پر ''تجلیات رضا ایوارڈ'' اور شرف خلافت سے بھی سرفراز فرمایا، واضح رہے پاکستان کی عظیم المرتب شخصیت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی نے بھی خلافت و اجازت کا تمغہ عطا فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

اس کانفرنس میں تعلیمی، تبلیغی، مسلکی اور فقہی خدمات پر حضرت محدث کبیر مدظلہ العالی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ اور اشاعت پر حضرت گلزار ملت مدظلہ العالی کو ''خلفائے اعلیٰ حضرت ایوارڈ'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔

کانفرنس میں کلکتہ اور مضافات کے سینکڑوں علما، آئمہ مساجد، مدارس اسلامیہ کے اساتذہ کرام اور مشائخ طریقت موجود تھے، صلاۃ وسلام پر محفل کا اختتام ہوا۔

مولانا کامل سہسرامی پر پی ایچ ڈی

رضوان الہدیٰ سہسرامی، دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام

چودہویں صدی کے نصف آخر میں جن حضرات نے اپنی خداداد فکری و علمی لیاقتوں کے ذریعہ مذہبی پلیٹ فارم سے تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا ان میں ایک اہم نام حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جنہیں اعلیٰ درجے کی خطابت کی بنیاد پر شیر بہار اور فخر بہار جیسے خطابات سے یاد کیا جاتا ہے تو وہیں انکی قلمی و فکری صلاحیتوں کی بنا پر تاجدار صحافت کا خطاب دیا گیا۔ انہوں نے ہفت روزہ ''تاجدار'' کے ذریعے مذہب و سیاست کے میدان میں اعلیٰ علمی و فکری نقوش مرتب فرمائے۔ مولانا فریدالدین علامہ کامل سہسرامی کی حیات و خدمات پہ تحقیق کے چراغ روشن کر رہے تھے۔ چنانچہ انکا تحقیقی مقالہ مشہور افسانہ نگار اور معروف تنقید نگار پروفیسر سید حسین الحق کی نگرانی میں مکمل ہو کر مگدھ یونیورسٹی میں جمع ہوا اور گزشتہ دنوں وائیوا ہوا اور مولانا فرید داؤد نگری کو مگدھ یونیورسٹی سے اس تحقیقی مقالے پر ڈگری کا نوٹیفکیشن ہو گیا۔ دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام اور علامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت اور تعلق رکھنے والے حضرات کے درمیان یہ خبر مسرت وشادمانی کے ساتھ پڑھی جائیگی کہ جلد ہی علامہ محمد ملک الظفر سہسرامی کی نگرانی میں حضرت موصوف کی حیات و خدمات کے پھیلے ہوئے گوشوں پر مرتب کتاب بنام ''نقوش کامل'' عوام وخواص کے

درمیان پیش کی جائیگی۔

یادرضا کیرلا میں دوسرا اور آخری سیشن

قمر اخلاقی امجدی، استاد جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا

کیرلا جنوبی ہند کی عظیم درسگاہ جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا میں طلبہ کی اجتماعی محنت ولگن سے منعقد "یادرضا" تقریب بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔شعبہ حنفی کے صدر مفتی اشفاق احمد مصباحی نے خطاب کرتے ہوئے کہا: امام احمد نے اپنی صلاحیت کا لوہا اپنی بے پناہ خدمات کے زریعہ منوایا ہے آج پوری دنیا میں اگر امام اہل سنت کو جانا جاتا ہے تو انکی اعلی خدمات کے سبب مخالفین رضا صرف اعلحضرت کی مخالفت نہیں بلکہ انکی خدمات کا بدل پیش کریں۔

شعبہ عربی ڈپلومہ کے استاد مولانا عبد الطیف سعدی نے کہا امام احمد رضا کی جو علمی گیرائی تھی اس حد تک ہر کسی کی رسائی نہیں انھوں نے کہا امام احمد رضا کو جن علوم میں مہارت تھی لوگ آج ان علوم کے نام بھی نہیں جانتے اور آپ نے اپنی معلومات کے ہر فن میں کتابیں تصنیف کی۔ پروگرام میں جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا کے شریعت کالج، دعوہ کالج، حفظ کالج، اور یتیم و مسکین کالج کے طلبہ نے شرکت کی اور شعبہ شریعت کالج کے حنفی طلبہ نے پروگرام کا انعقاد کیا

□□□

کیا آپ مسجد کا امام بننا پسند کریں گے؟؟

ابو محمد عارفین القادری

ہم لوگ اپنی اولادوں کو مسجد کا امام بنانا پسند نہیں کرتے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خود امام صاحب اپنی اولاد کو کسی مسجد کا امام بنانا نہیں چاہیں گے، مسجد کمیٹی کے صدر، جنرل سیکریٹری کا ہاتھ پکڑ کر پوچھ لیجئے کہ قبلہ کیا آپ اپنے بڑے یا چھوٹے صاحبزادے کو اپنی اسی مسجد کا پیش امام بنانا پسند کریں گے؟ بالیقین جواب "نہیں" میں آئے گا۔۔۔ آخر کیوں، اسکی وجہ کیا ہے؟

مسجد کمیٹیاں 6، 7 ہزار میں امام تعینات کرتی ہیں، سب جانتے ہیں کہ اس مہنگائی کے دور میں اتنے کم پیسوں میں گزارا ناممکن ہے مگر نہ کمیٹی ممبران کے کانوں پر جوں رینگتی ہے نا ہی محلے کے نمازی حضرات مسجد کمیٹی سے سوال کرتے ہیں کہ امام کا گھر اتنی کم تنخواہ پر کیسے چلے گا، کوئی پوچھنے والا نہیں کہ امام خود کھائے یا بیوی بچوں کو کھلائے، خود کپڑے پہنے یا گھر والوں کو پہنائے، بچوں کی تعلیم کا انتظام کیسے کرے۔

آپکا ہمارا اپنی اپنی گلیوں میں عام مشاہدہ ہے، محلے کے امام صاحب کندھے پر رمال ڈالے کبھی کسی کے گھر قرآن پڑھانے جاتے ہیں تو کبھی کسی کے گھر حفظ کرانے، مدرسے پکڑتے ہیں تا کہ کچھ مزید روزگار کا سہارا ملے۔ وہ اپنا معیار زندگی عام لوگوں کی طرح رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی سہولیاتِ زندگی سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں مگر ستم ظریفی کی حد ہے کہ ہم اپنے رویئے سے انہیں معاشرے کا ایک الگ حصہ باور کراتے ہیں۔

آپ یقین جانئے میں سچ کہتا ہوں ہم نے اپنے دینی اقدار کو خود اپنے ہی ہاتھوں تباہ کیا ہے، اتنے معزز ترین دینی شعبے کو ذلت کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، ہم میں سے کون ہے جو خود کو یا اپنی اولاد کو مسجد کا امام بنانا پسند کرے گا۔

فقہی رو سے ائمہ مساجد حاجت کے درجے میں شمار ہوتے ہیں ان کے بغیر مساجد ویران ہیں یہاں تک حکم ہے کہ وقف کی آمدنی پہلے عمارتِ مسجد پر لگے گی اسکی ضرورت نہ ہو تو مسجد کے امام پر بقدرِ کفایت خرچ ہوگی اور حال یہ ہے کہ مسجد کی زینت وآرائش پر لاکھوں روپے خرچ کر دیے جاتے ہیں مگر ائمہ کو بقدرِ کفایت (اس کی تعیین عرف سے ہوگی) اجرت نہیں دی جاتی جبکہ ضرورت وحاجت کے درجے کو چھوڑ کر زینت وآرائش پر وقف کی آمدنی لگانے پر تاوان لازم ہوتا ہے۔۔ ان غلطیوں اور بے قدریوں کے باعث نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم کرے۔

□□□

AL-RAZA International (Bimonthly)
Ahmad Publications Pvt. Ltd., Hira Complex, Qutubuddin Lane,
Near Dariyapur Masjid, Sabzibagh, Patna, Bihar (India) 800004

Printed at: Ahmad Graphics, Patna #8521889323